ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

تذکرۂ علما

تالیف

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد

تدوین وتحشیہ

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

الفتح پبلی کیشنز

ساقی ارباب ذوق

PDF BOOK COMPANY

مدد، مشاورت، تجاویز اور شکایات :

Muhammad Husnain Siyalvi
0305-6406067
Sidrah Tahir
0334-0120123
Muhammad Saqib Riyaz
0344-7227224

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی منزلت

ڈاکٹر خلیق انجم صاحب

کی خدمت میں

بہ صد احترامات

انور محمود

۵/مئی/۲۰۱۲ء

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

تذکرۂ علما

تالیف

شمس العلما محمد حسین آزاد

تدوین و تحشیہ

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

الفتح پبلی کیشنز
راولپنڈی

©

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

اشاعت اوّل ۲۰۱۱ء

۸۰۸.۸۱

آزا　　آزاد، محمد حسین

تذکرۂ علما/ محمد حسین آزاد، (تدوین) ارشد محمود ناشاد۔

راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء

۱۵۷ ص

808.81
AZA　Azad, Muhammad Hussain
Tazkara e Ulema/ by Muhammad Hussain Azad, compiled by Arshad Mahmood Nashad.- Rawalpindi: Al-Fath Publications, 2011
157 p.
ISBN 978-969-9400-22-3

0305 6406067
PDF Book Company

الفتح پبلی کیشنز
- + 92 322 517 741 3
- alfathpublications@gmail.com

distributor

VPrint Book Productions

- + 92 51 581 479 6
- + 92 300 519 254 3
- vprint.vp@gmail.com
- www.vprint.com.pk

392-A، گلی نمبر A-5، لین نمبر 5، گلریز ہاؤسنگ سکیم-2، راولپنڈی

چچھ کے

کتاب دوست اور علم پرور رئیس

جناب **خواجہ محمد خان اسد** [۱۹۱۹ء-۱۹۸۰ء]

کی یاد میں

جنھوں نے "میرا کتب خانہ" کی بنا ڈالی

اور

ارباب علم و کمال اور طلبا ے شعر و ادب کا رُخ حضرو کی طرف موڑ دیا۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُدا ہوتے نہیں

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

سلکِ دُرر

✦ پیش لفظ ڈاکٹر معین الدین عقیل ۱۱

✦ مقدمہ ارشد محمود ناشاد ۱۷

✦ متن ۳۳

۱ مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری ۳۵

۲ مولانا حسن صغانی لاہوری ۳۶

۳ مولانا شمس الدین یحییٰ اودھی ۳۷

٤ مولانا شیخ حمید الدین دہلوی ۳۷

۵ قاضی عبد المقتدر ۳۸

٦ مولانا معین الدین عمرانی ۳۸

۷ مولانا احمد تھانیسری ۳۹

۸ قاضی شہاب الدین ۳۹

۹ مولانا شیخ علی مہائمی ۴۰

۱۰ مولانا شیخ سعد الدین خیرآبادی ۴۰

PDF Book Company 0305 6406067

۱۱	مولانا عبداللہ ابن الہ داد العثمانی	۴۰
۱۲	مولانا الہ داد جون پوری	۴۱
۱۳	مولانا شیخ علی متقی	۴۱
۱٤	شیخ محمد طاہر پٹنی	۴۲
۱۵	شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی	۴۳
۱٦	شیخ ابوالفیض فیضی	۴۴
۱۷	شیخ صبغت اللہ بروجی	۴۵
۱۸	شیخ احمد فاروقی سرہندی	۴۶
۱۹	ملا عصمت اللہ سہارن پوری	۴۷
۲۰	شیخ عبدالحق دہلوی	۴۷
۲۱	شیخ نورالحق دہلوی	۴۸
۲۲	ملا محمود فاروقی جون پوری	۴۸
۲۳	ملا عبدالحکیم سیالکوٹی	۴۹
۲٤	شیخ عبدالرشید جون پوری	۵۰
۲۵	میر محمد زاہد کابلی	۵۱
۲٦	ملا قطب الدین شہید سہالوی	۵۲
۲۷	مولوی قطب الدین شمس آبادی	۵۲

ساقی ارباب ذوق
0305 6406067
PDF Book Company

۲۸	قاضی محب اللہ بہاری	۵۳
۲۹	حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسی	۵۳
۳۰	شیخ غلام نقش بند	۵۴
۳۱	شیخ احمد معروف بہ ملا جیون	۵۴
۳۲	سیّد عبدالجلیل بلگرامی	۵۵
۳۳	سیّد علی بن سیّد احمد شیرازی	۵۷
۳۴	سیّد محمد ابن سیّد عبدالجلیل بلگرامی	۵۹
۳۵	سیّد سعد اللہ سلونی	۵۹
۳۶	سیّد طفیل محمد بن شکر اللہ بلگرامی	۶۰
۳۷	شیخ نور الدین احمد آبادی	۶۰
۳۸	ملا نظام الدین سہالوی	۶۱
۳۹	شیخ محمد حیات سندھی مدنی	۶۲
۴۰	شیخ عبداللہ ابن شیخ سالم بصری	۶۲
۴۱	سیّد محمد یوسف بلگرامی	۶۳
۴۲	سیّد قمر الدین حسینی اورنگ آبادی	۶۳
۴۳	میر نور الہدیٰ اورنگ آبادی	۶۵
۴۴	سیّد غلام علی آزاد بلگرامی	۶۵

✦ حواشی وتعلیقات ۶۷

✦ کتابیات ۱۱۷

✦ اشاریہ [اماکن، رجال، کتب ورسائل] ۱۲۵

✦ ضمیمہ اوّل

الف: دیباچہ (طبعِ اوّل) از خواجہ حسن نظامی ۱۴۹

ب: خاتمہ از آغا محمد طاہر ۱۵۰

✦ ضمیمۂ دوم

اشاعتِ اوّل کے پہلے اور آخری صفحات کا عکس ۱۵۵

پیش لفظ

ہماری علمی تاریخ میں رجال اور تذکرہ نویسی کی روایت بہت مستحکم رہی ہے۔ اگر چہ یہ مسلمانوں کی تاریخ نویسی کے فن و اصول کے تحت اس کا لازمہ رہی لیکن بطور ماخذ یہ دونوں، تاریخ نویسی اور تذکرہ نویسی، ایک دوسرے کے لیے معاون رہے ہیں۔ تذکرہ نویسی ایک انفرادی یا افراد کی تاریخ ہے۔ تاریخ نویسی نے تذکرہ نویسی کے لیے بنیادیں فراہم کیں اور تذکرہ نویسی نے تاریخ نویسی کو بنیادی مواد فراہم کیا۔ چناں چہ ان دونوں کا ارتقا یا سفر متوازی اور مشترکہ ہر دو صورتوں میں ساتھ ساتھ رہا ہے۔ تاریخ نویسی کی کوئی مبسوط مثال شاید ہی ایسی ہو جس میں رجال یا تذکرہ درونِ متن یا بصورتِ باب یا بصورتِ ضمیمہ شامل نہ ہو۔ ہندوستان کے عہدِ اسلامی میں جو تاریخیں لکھی گئیں، بالخصوص ضخیم و مبسوط تاریخیں، ان میں یا تو متعلقہ رجال کا ذکر درونِ متن ہی دیکھا جا سکتا ہے یا علیحدہ باب کی صورت میں یہ موجود ہیں۔ طبقاتِ اکبری (نظام الدین ہروی)، منتخب التواریخ (عبدالقادر بدایونی) اور مراۃ العالم (محمد بختاور خاں) وغیرہ اس نوع کی جامع مثالیں ہیں۔

تاریخ نویسی سے قطعِ نظر، خود تذکرہ نویسی نے بذاتہٖ بھی خاصا فروغ پایا۔ تذکرہ نویسی کی اس مستقل نوعیت نے تاریخ نویسی کے متوازی یا ساتھ ساتھ ہی ارتقا حاصل کیا اور یہ بالعموم عرب دنیا کے معاشرتی نظام میں قبیلوں و خاندانوں کے شجروں اور احوال سے شروع

ہو کر عمومی و تاریخی نوعیت کے افراد کے حالات کی جمع آوری تک پہنچی ، جسے عرب دنیا سے باہر بالخصوص ترکی و ایران اور شمالی افریقہ میں زیادہ فروغ حاصل ہوا اور پھر ذوق وشوق اور بڑی حد تک ضرورتوں نے صوفیہ ومشائخ اور علما ٔ و مصنفین اور شاعروں کے تذکرے لکھنے کا ایک عام رجحان پیدا کر دیا، جس کی ایک بہت مستحکم روایت نے ایران و ہندوستان میں حد درجہ مقبولیت حاصل کی ۔ اس روایت کے تحت ہندوستان میں ایسے تذکرے بھی لکھے گئے جن میں ،صوفیہ ومشائخ کے تذکروں سے قطع نظر، کہ جو بالعموم صرف ان ہی کے لیے مخصوص رہے ہیں، مشترکہ صورت میں علما ٔ و مصنفین اور شاعر بیک وقت شامل ہیں اور ساتھ ہی سیاست داں و مدبرین اور دانش ور بھی ۔ مـآثـر الامـرا ٔ (شاہ نواز خاں)، فـرحـت الناظرین (محمد اسلم پسروری) اور مآثر الکرام (آزاد بلگرامی) ایسے تذکروں میں نمائندہ ہیں جو اٹھارویں صدی میں لکھے گئے ۔ ان میں مؤخر الذکر کے مؤلف غلام علی آزاد بلگرامی نے اس وقت تذکرہ نویسی کی جانب توجہ دی اور نہایت اہم تذکرے تصنیف کیے جب یہ روایت ہندوستان میں بہت مستحکم ہو چکی تھی اور اردو میں بھی تذکرہ نویسی کا آغاز ہو گیا تھا۔ آزاد بلگرامی کے دیگر تذکروں سـرِو آزاد (شعرائے بلگرام و دیگر)، یـدِ بیضـا (شعرائے فارسی)، خـزانـۂ عـامـرہ (شعرائے ہند و ایران) میں شاعروں کا تذکرہ ہے، جب کہ سبحتہ المرجان جزوی طور پر اور مـآثر الکرام مکمل طور پر علما ٔ و فضلا ٔ کے لیے مخصوص ہیں ۔ اس آخر الذکر نوعیت کے تذکرے، شعرا ٔ کے تذکروں کی نسبت کم لکھے گئے ہیں لیکن یہ قسم اردو میں تو، کہیں جزوی اور کہیں کلی صورت میں، ایک عرصے بعد خاصی مقبول ہوئی ۔ انیسویں صدی کے اختتام، یا محمد حسین آزاد کے زیرِ نظر تـذکـرۂ علما ٔ کی تصنیف تک، علما ٔ کے متعدد چھوٹے بڑے، اہم غیر اہم، تذکرے لکھے گئے، جن میں سے اکثر شائع بھی ہوئے ۔ یہاں یہ بات ، اس تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کے

مطابق، واضح ہے کہ آزاد بلگرامی کا تذکرہ ماثر الکرام ہی بڑی حد تک محمد حسین آزاد کے اس تذکرے کا محرک اور بنیادی ماخذ معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح ماثر الکرام، کچھ تو اپنی نوعیت اور موضوع کے تحت اور کچھ آزاد بلگرامی کی عالمانہ شخصیت و حیثیت کے زیرِ اثر بعد میں نہ صرف علمائ کے تذکروں کے لکھنے کے لیے ایک محرک ثابت ہوا بلکہ خود اس زیرِ نظر تذکرے کے لیے بھی ایک مثال بنا ہے۔

محمد حسین آزاد نے اپنی دیگر تصانیف: سخندانِ فارس، دربارِ اکبری اور آبِ حیات میں تذکرہ نویسی کے اپنے رجحان، دل چسپی اور ذوق و شوق کا اچھا خاصا مظاہرہ کیا تھا، جو ان کے متعلقہ منصوبوں کے لیے ایک حد تک ضروری تھا۔ ممکن ہے کہ وہ اس ضمن میں علمائ کا بھی ایک تذکرہ، شاید ایک مستقل حیثیت میں، لکھنے کے خواہاں رہے ہوں اور اس کے لیے مواد یکجا کرتے رہے ہوں جو اس موجودہ حالت میں اس حد تک ایک شکل بھی اختیار کر چکا ہو۔ بظاہر اس میں شامل علمائ میں پہلا نام مسعود سعد سلمان کا اور آخری نام آزاد بلگرامی کا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید اسے وہ زمانی اعتبار سے مرتب کرنا چاہتے تھے لیکن آزاد بلگرامی (متوفی ۱۷۸۶ء) پر پہنچ کر رک گئے اور مزید اپنے دور تک نہ بڑھ سکے۔ یہاں یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے یہ تذکرہ، بلکہ ایک دو مزید کتابوں کے ساتھ، اپنی زندگی کے آخری عرصے میں، حالتِ جنون میں، جو ۱۸۸۴ء سے وقفوں وقفوں سے ان کی وفات ۱۹۱۰ء تک بسیط ہے، تحریر کیا۔ اس طرح کم از کم پچھلی ایک صدی کے علمائ کی شمولیت بھی اس تذکرے میں ان کے پیشِ نظر رہی ہوگی۔ جس کے اس منصوبے کی حد تک پیشِ نظر نہ رہنے کا کوئی جواز بھی بظاہر نظر نہیں آتا اور کوئی وجہ بھی نہیں کہ وہ اپنے اس تذکرے کو محض آزاد بلگرامی کے ذکر پر ختم کر دیتے۔

زیرِ نظر تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے اس کی ترتیب کے دوران

ضروری تحقیق و جستجو کے عمل سے گزرتے ہوئے یہ کھوج لگایا ہے کہ آزاد نے اپنے اس تذکرے کو تحریر کرتے ہوئے دراصل مآثر الکرام کو بنیاد بنایا ہے اور اس کی انھوں نے بہت واضح شہادتیں بھی پیش کی ہیں، جو اس امر کا ثبوت ہیں کہ واقعتاً آزاد نے یہی کیا اور اس کی تحریر تک مزید زیادہ جستجو نہ کی یا جستجو نہ کر سکے اور دیگر مآخذ سے استفادہ نہ کیا، تب ہی اپنے تذکرے کو آزاد بلگرامی کے ذکر پر روک دیا اور دیگر مآخذ سے استفادے اور اس تذکرے کی تکمیل کا انھیں موقع یا مہلت نہ مل سکی۔ ورنہ وہ شاید ایسا ضرور کرتے۔

ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد کے اس انکشاف سے یہ امر بھی سامنے آتا ہے کہ خود ڈاکٹر ناشاد نے اس کو مرتب کرنے کے لیے کس حد تک جستجو کی ہے کہ آزاد کے اصل مآخذ تک پہنچنا بھی انھوں نے ضروری سمجھا، جو ایک حقیقی مرتب و مدون کا دیانت دارانہ فریضہ ہے۔ یہ ممکن تھا اور بہت آسان بھی، کہ جیسا بالعموم مرتبین کا طریقۂ کار ہے کہ متن کو، اگر وہ منحصر بہ فرد ہے، تو بعینہٖ نقل کر دیا جائے اور زیادہ سے زیادہ اس پر چند حواشی اور اگر وہ کچھ زیادہ مستعد بھی ہے تو کچھ تعلیقات کا اضافہ کر دیا جائے اور بس۔ لیکن متن کی، اگر وہ منحصر بہ فرد ہو تب بھی، امکانی صحت اور متن کے مطالب، ان کی اصل و بنیاد، مآخذ وغیرہ کی جستجو، تلاش اور دید و دریافت اصول و فنِ تحقیق کے اعتبار سے ایک اچھے مرتب و محقق کے پسندیدہ اعمال و وظائف ہیں۔

یہاں یہ امر خاصا متاثر کن ہے کہ اس تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے اس کی ترتیب میں یہ سب عذاب سہے ہیں۔ انھوں نے کمالِ تحقیق و جستجو سے جہاں یہ کھوج لگا لیا کہ آزاد کے اس تذکرے کا اصل اور اہم ماخذ کیا ہے؟ اور آزاد نے اس سے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ اور اس کے دیگر مآخذ کون سے ہیں؟ انھوں نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک خاصا معلوماتی اور مفید مقدمہ لکھ کر اس تصنیف کی نوعیت، کیفیت اور اس کے مطالب کے

بارے میں ساری ضروری واہم معروضی تفصیلات بھی فراہم کردی ہیں۔ان خصوصیات اور اوصاف سے بڑھ کر ڈاکٹر ناشاد کی محنت اور جستجو کے اعتراف کے لیے ان کے تحریر کردہ وہ تعلیقات بھی کافی ہیں جو انھوں نے متن میں شامل ہر شخص پر لکھے ہیں اور ان میں نہ صرف دیگر مآخذ اور معاون کتب سے مزید ضروری معلومات یکجا کی ہیں بلکہ ہر ایک کے احوال و آثار کے بارے میں مزید یا متعلقہ مآخذ کی نشان دہی بھی کی ہے۔ تحقیق میں یہ وہی انتہائی مفید اسلوب ہے جسے مالک رام اور خاص طور پر ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اختیار کیا اور فروغ دیا۔

سوانح وآثار اور تاریخی وارتقائی نوعیت کے مطالعات اور جائزوں کے مقابلے میں حوالہ جاتی اہمیت ونوعیت کے منصوبوں پر کام کرنا اور بالخصوص تدوین وترتیبِ متن عرق ریزی، انتھک جستجو اور پتہ ماری کے کام ہیں۔ یہاں یہی صورت ہے۔ڈاکٹر ناشاد نے اس متن کو مرتب کرنے میں جس جستجو ومحنت کا ثبوت دیا ہے، وہ سامنے ہے۔اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔متن اپنی نوعیت اور اسلوب کی سطحیت کے لحاظ سے معمولی تھا، اور اس کا دوسرا کوئی نسخہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے اختلافِ نسخ کا بھی یہاں مسئلہ نہ تھا، اس کے باوجود ڈاکٹر ناشاد نے اپنے اس منصوبے اور اس کام کو بہت سنجیدگی سے لیا اور تحقیق وترتیبِ متن کے جو ممکنہ تقاضے تھے، انھیں انتہائی اخلاص اور دیانت داری سے پورا کیا ہے۔اس طرح، خصوصاً آج کے محققین اور جامعات کے اساتذہ وطلبہ کے سامنے، کہ جہاں دیگر اداروں کے مقابلے میں اب تحقیقی سرگرمیاں نسبتاً زیادہ ہیں، ایک مثال اور نمونہ پیش کیا ہے کہ ایک معمولی سے متن کو بھی سنجیدگی سے کس طرح اہمیت دی جائے؟ اسے تحقیق ودیانت کے تقاضوں کے تحت کیسے مرتب کرنا چاہیے؟ متن کی تحقیق کیسے کی جائے؟ مآخذ اور مصادر کیسے ہوتے ہیں؟ اور انھیں کیسے تلاش کیا جاتا ہے؟

اسی طرح یہاں یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ تحقیق میں سطحی تاریخی جائزوں اور مطالعات کے مقابلے میں ترتیب و تحقیقِ متن کے کام زیادہ افادیت بھی رکھتے ہیں اور باقی بھی رہتے ہیں۔ بلکہ یہ علمی و ادبی تاریخ کے خلا پُر کرتے ہیں۔ چوں کہ یہ کام مشکل اور دشوار ہوتے ہیں، کاتا اور لے دوڑی کا عمل اس میں کارگر نہیں ہوسکتا، اس لیے آج کے سہل پسندی کے دور میں، اپنی کاہلی و نااہلی کے سبب، ایسے کاموں کو کارِ فضول سمجھ کر کم ہی لوگ متوجہ ہوتے ہیں اور بہت کم ہی اس طرح سلیقے و سنجیدگی سے اپنا اور تحقیق کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ناشاد سے بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی تھی۔ حالیہ عرصے میں ان کے جو تحقیقی مقالات منظرِ عام پر آئے ہیں، ان میں وہ ایک سنجیدہ اور لائق محقق کے طور پر متعارف ہوئے ہیں اور معیاری تحقیق کی ایک محدود سی دنیا میں ان کی یہ آمد بے حد خوش آئند اور امید افزا ہے۔ ان کا تعلق ملک کی ایک بڑی جامعہ سے ہے جہاں تحقیق کا ایک تسلسل قائم ہے۔ کسی جامعہ میں ہونے والے تحقیقی کام دیگر جامعات اور ان کے اساتذہ کے لیے نمونہ ہوتے ہیں۔ دعا ہے کہ ڈاکٹر ناشاد کی آمد سے جامعات میں تحقیق کی مخدوش صورتِ حال میں صحت مند اور معیاری تحقیق کو تحریک ملے، یہ بار آور رہے اور اسی طرح اعلیٰ تر افادیت سے ہم کنار ہو۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل

کراچی

مقدمہ

[ا]

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد اُردو کے صاحبِ طرز نثر نگاروں میں گل سر سبد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سائنسی، استدلالی اور منطقی نثر کی تحریک وترغیب اور فروغ وارتقا کے زمانے میں انھوں نے شعر ونغمہ میں ڈھلی اور متخیلہ میں بسی دل آویز اور معنی آفریں نثر لکھ کر سارے زمانے کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ان کے رنگِ تحقیق پر گرفت ہوئی؛ ان کی جانب داری ہدفِ طنز بنی؛ ان کی سیاسی کارگزاری پر لوگ چیں بہ جبیں ہوئے مگر ان کا اسلوبِ نگارش سکۂ رائج الوقت رہا۔ ثقہ اور متدیّن عالموں سے لے کر شوخ وشنگ وابستگانِ شعر وادب تک ان کے رنگِ نثر کے قتیل رہے۔ حالؔی ان کی خوش رنگ نثر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، شبلؔی جیسا صاحبِ طرز نثر نگار ان کے گپ ہانکنے کو وحی کا درجہ دیتا ہے؛ مہدی الافادی جیسا بالغ نظر نقاد ان کو اُردو کا واحد اور خالص انشا پرداز ٹھہراتا ہے۔ ان کو اس رنگِ نثر کا موجد اور خاتم مانا گیا ہے۔ رنگِ آزاؔد کی کامیاب تقلید اور مکمل تتبع کا کوئی دعویٰ نہ کر سکا مگر بعد کے سب چنیدہ صاحبانِ نثر کی تحریروں میں رنگِ آزاؔد کی جلوہ سامانی جا بہ جا اپنی جھلک دکھاتی ہے۔

مولانا آزاؔد کا اسلوبِ نگارش خوش نما لفظوں کے ہیر پھیر، سجع کی کاری گری اور قافیے کی جھنکار کا منت گزار ہے نہ استعارے کی رنگینی، رعایتِ لفظی کی برجستگی، تشبیہ کی جاذبیت اور مبالغے کی اثر پذیری کا۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ یہ سب آرائشی اور تزئینی عناصر ان کی نثر میں رچے بسے ہیں تاہم ان کے اسلوبِ نگارش کی بنیادی توانائی ان کی قوتِ متخیلہ ہے۔ ان کے تخیل کی ہمہ رنگی ان کے علم وفضل سے آمیخت ہو کر لفظ ومعنی کے نئے جہانوں کی خبر دیتی ہے۔

مولانا محمد حسین آزاؔد ۱۸۔ ذوالحجہ ۱۲۴۵ھ/۱۰۔ جون ۱۸۳۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدِ گرامی مولوی محمد باقر اُردو کے اولین اخبار نویس تھے جنھیں ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں

بڑھ چڑھ کر حصہ لینے، اپنے اخبار میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ چھاپنے اور مسٹر ٹیلر کی جان نہ بچانے کی پاداش میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ آزاد اور ان کے خاندان کو دہلی بدر ہونا پڑا۔ ایک عرصے تک لکھنؤ، راجپوتانے اور پنجاب کی خاک چھانتے پھرے۔ ریاست جیند میں ایک معمولی سی نوکری ملی، کچھ ماہ جگراؤں کے چھاپہ خانے میں ملازم رہے اور بالآخر سختیاں جھیلتے، ہنگامہ ہائے روز و شب سے الجھتے ۱۸۶۱ء میں لاہور پہنچے جہاں بڑی مشکل سے محکمہ جنرل پوسٹ ماسٹر میں سررشتہ داری کی نوکری ملی۔ کچھ عرصے بعد پنجاب کے محکمۂ تعلیم میں سررشتہ دار کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ ۱۸۶۵ء میں انگریزوں کے ایما پر پنڈت من پھول اور دو آدمیوں کے ہم راہ وسطِ ایشیا کے سیاسی حالات کا جائزہ لینے کے لیے بخارا کا سفر کیا۔ واپسی پر ''انجمنِ پنجاب'' کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ اس ادارے میں ان کی صلاحیتوں کو صحیح معنوں میں اظہار کا موقع ملا۔ جدید اُردو شاعری، تنقید اور نثرِ جدید کے تمام رنگ اسی ادارے کی سرگرمیوں سے متشکل ہوئے۔ آزاد اس ادارے کی روح و رواں تھے اور اس ادارے کی کارگزاری میں انھی کا فیضِ نظر اور حسنِ عمل خون بن کر گردش کرتا رہا۔ گورنمنٹ کالج، لاہور اور پھر اورینٹل کالج، لاہور میں عربی زبان و ادب کی تدریس نے انھیں اظہار و بیان کے نئے قرینے عطا کیے۔ ان کی تصنیفی اور تالیفی زندگی کا بڑا سرمایہ انھی اداروں سے وابستگی کے زمانے میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ علمی کاموں میں معاون و مددگار جواں سال بیٹی امتہ السکینہ کی موت [۱۸۸۴ء] نے انھیں عارضۂ جنون میں مبتلا کر دیا۔ کچھ عرصے بعد اس سے نجات مل گئی مگر ۱۸۸۹ء میں دوبارہ اسی وارفتگی کا شکار ہوئے۔ حالتِ جنوں میں بھی تصنیف و تالیف سے رشتہ قائم رکھا؛ سپاک اور نماک جیسے رسائل اسی زمانے کی یادگاریں ہیں۔ اکیس سال دیوانگی کی کیفیت میں گزار کر ۲۲۔ جنوری ۱۹۱۰ء کو راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ مولانا آزاد کی شہرۂ آفاق کتابوں میں آبِ حیات، دربارِ اکبری، نیرنگِ خیال، سخن دانِ فارس، نگارستانِ فارس اور قصصِ ہند (حصہ دوم) شامل ہیں۔ دیگر چھوٹی بڑی تصانیف، تالیفات اور مرتبات کی تعداد تین درجن کے لگ بھگ ہے۔

[۴]

تذکرۂ علما مولانا محمد حسین آزاد کی ایک ناتمام تالیف ہے جو ان کی زندگی میں تکمیل اور اشاعت سے محروم رہی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے پوتے آغا محمد طاہر کو ان کے مسوّدات اور کاغذات سے تذکرۂ علما کا مسوّدہ بھی دست یاب ہوا۔ آغا صاحب نے ان کی دیگر غیر مطبوعہ تالیفات و تصنیفات کی طرح اس تذکرے کی اشاعت کا بھی منصوبہ بنایا مگر جب انھوں نے تذکرے کا مطالعہ کیا تو اس کی ''روکھی پھیکی زبان'' انھیں اسلوبِ آزاد کے شایانِ شان نہ لگی۔ اس وجہ سے انھوں نے وقتی طور پر اس تذکرے کی اشاعت کو مؤخر کر دیا۔ کچھ عرصے بعد انھیں اپنے کسی کام سے دہلی جانا پڑا، وہ اس تذکرے کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور ادیب شہیر خواجہ حسن نظامی کو دکھایا۔ خواجہ صاحب نے اسے تبرکِ آزاد جانتے ہوئے پسند فرمایا اور اس کی اشاعت پر اصرار کیا؛ یہی نہیں بل کہ آغا محمد طاہر کے حسبِ فرمائش اس پر مختصر دیباچہ بھی تحریر کر دیا۔ آغا محمد طاہر نے اس بات کو تذکرے کے اختتام پر ''خاتمہ'' میں یوں بیان کیا ہے:

> ''جہاں قبلہ وکعبہ [مولانا آزاد] کی اور تصانیف کے شائع کرنے کا مجھے فخر حاصل ہے وہاں اس تذکرہ [تذکرے] کی وجہ سے شرمندہ بھی ہوں۔ ان کی شیریں بیانی کے سامنے اس کی روکھی پھیکی زبان کس طرح پیش کروں؟ خدا جانے لوگ کیا سمجھیں گے اور کیا کچھ نہ کہیں گے۔ مگر حقیقت یوں ہے کہ ان کے بستوں میں سے یہ چھوٹا سا رسالہ بھی ملا۔ اوّل میں نے اس کو کئی مرتبہ خود پڑھا پھر اور علمی مذاق رکھنے والے حضرات کو دکھایا مگر آج کل ہم لوگ مذہبی علوم سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ کسی نے بھی ڈھب کی بات نہ بتائی۔ اسی عرصہ [عرصے] میں میرا جانا دہلی ہو گیا۔ چوں کہ یہ خیالات تازہ تھے، چند رسالہ [رسالے] اور یہ تذکرہ بھی ساتھ لے لیا۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ کو بھی دکھایا۔ انھوں نے اس کو پسند کیا

اور کئی بار فرمایا کہ اس کو ضرور چھپوا دو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اپنی عادت کے خلاف ایسا دیباچہ لکھا، جس کو حقیقت سے تعلق ہے۔''(۱)

تــذ کـر ہ ٔ عــلـمــا پہلی بار کریمی پریس، لاہور سے شائع ہوا۔ اس پر کہیں بھی سالِ اشاعت درج نہیں البتہ خواجہ حسن نظامی کے دیباچے کے آخر میں ۳۰ر مارچ ۱۹۲۲ء کی تاریخ درج ہے، جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ تــذ کـر ہ ٔ عــلـمـا ۱۹۲۲ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا ہو گا۔ جمیل احمد رضوی نے کتابیاتِ آزاد میں تــذ کـر ہ ٔ عــلـمـا کا سالِ اشاعت ۱۹۲۳ء درج کیا ہے۔(۲) تــذ کـر ہ ٔ علما صرف ایک بار ہی شائع ہوا، اس لیے رضوی صاحب کا یہ کہنا درست نہیں کہ یہ ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اسد قیوم نے اپنے مقالے ''میرا کتب خانہ حضرو کی اُردو کتب کی توضیحی فہرست'' میں تذکرے کی تاریخِ اشاعت ۳۰ر مارچ ۱۹۲۲ء درج کی ہے۔(۳) جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ متذکرہ تاریخ دیباچے کی تکمیل کی تاریخ ہے، اشاعت کی تاریخ نہیں۔ اس لحاظ سے ان کی پیش کردہ تاریخِ اشاعت کو بھی درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

تــذ کـر ہ ٔ علما میں چوالیس علماے کرام کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کے اندرون سرورق اور خواجہ حسن نظامی کے دیباچے میں علماے کرام کی تعداد چالیس بتائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کی کتابوں اور مضامین میں جہاں کہیں تــذ کـر ہ ٔ علما کا ذکر ہوا ہے، یہی غلطی دُہرائی گئی ہے۔ ڈاکٹر رشید امجد نے تذکرۂ علما پر اپنے ایک مختصر تعارفی مضمون ''آزاد کا تــذ کـر ہ ٔ عــلـمـا '' میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔(۴) تاہم وہ خود بھی اس غلطی سے نہ بچ سکے۔ وہ اسی تعارفی مضمون میں رقم طراز ہیں:

''بہتر صفحات میں چالیس علما کا ذکر ایسا ہی ہے، جیسے کسی بڑی تصنیف کے لیے ابتدائی نکات جمع کیے گئے ہوں۔''(۵)

مولانا محمد حسین آزاد نے یہ تذکرہ کیوں مرتب کیا؟ اس بارے میں کوئی حتمی جواب دینا ممکن نہیں۔ مختلف لوگوں نے قیاساً اس کی جمع و ترتیب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے،

جیسے:

آغا محمد طاہر:

''اس مختصر تذکرہ [تذکرے] کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے تحصیلِ علم کے زمانہ [زمانے] میں یا مختلف کتابوں کے [کا] مطالعہ کرتے وقت، جس عالم کے حالات پڑھے ہیں، اس کا کچھ نہ کچھ حال اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا ہے۔ اسی وجہ سے تذکرہ [تذکرے] کی ترتیب میں کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا اور یہ سب کچھ شاید اسی خیال سے ہو کہ کبھی سب کے حالات سمیٹ کر [پھیلا کر] ایک ضخیم تذکرہ لکھتے۔ کیوں کہ ان لفظوں میں لکھے ہوئے تذکرہ [تذکرے] میں ہی جامعیت، مطلب وحالات وسوانح پر عبور معلوم ہوتا ہے۔(۶)

خواجہ حسن نظامی:

تمام بیانات مختصر ہیں اور ان میں وہ خوبی نہیں پائی جاتی جو آزاد کی تحریر کا طرۂ امتیاز ہے۔ یا تو یہ رسالہ جلدی میں لکھا گیا ہے اور یا اس کی تحریر میں مولانا کا جی نہیں لگا، یا ابتدائی مشق ہے۔(۷)

ڈاکٹر حسن اختر:

تذکرہ' علما مولانا آزاد کے نوٹس پر مشتمل ہے اور کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔(۸)

ڈاکٹر رشید امجد:

اس تذکرے کی نوعیت ابتدائی خاکے کی ہے۔ کتاب پر چوں کہ آزاد کا دیباچہ نہیں اس لیے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ تذکرہ انھوں نے کیوں لکھنا چاہا، کیا یہ کسی کی فرمائش تھی؟(۹)

اس میں شبہ نہیں کہ یہ تذکرہ ناتمام و نامکمل ہے اور مختلف علما کے تذکار میں توازن و تناسب دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے باوجود اسے عہدِ طالب علمی کی یادگار قرار دینا درست نہیں۔ یہ مختلف کتابوں کی خواندگی کی یادداشتیں بھی نہیں کیوں کہ کتاب کا ربط و ضبط اس کی نفی کرتا ہے۔ آغا محمد طاہر کا یہ کہنا بھی محلِ نظر ہے کہ تذکرے کی ترتیب میں کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا گیا۔ یہ تذکرہ زمانوی اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے اور دو ایک مقامات کے علاوہ اس میں بے ترتیبی دکھائی نہیں دیتی۔

تذکرۂ علما میں چھٹی صدی ہجری سے بارھویں صدی ہجری تک کے چنیدہ علمائے کرام شامل ہیں۔ چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے ایک ایک عالم کا ذکر شاملِ تذکرہ ہے۔ سب سے زیادہ بارھویں صدی کے علمائے کرام شامل ہیں۔ تذکرے میں شامل علمائے کرام کی صدی وار تعداد یوں ہے:

چھٹی صدی ہجری	:	ایک
ساتویں صدی ہجری	:	ایک
آٹھویں صدی ہجری	:	چار
نویں صدی ہجری	:	چار
دسویں صدی ہجری	:	چھے
گیارھویں صدی ہجری	:	آٹھ
بارھویں صدی ہجری	:	بیس

تذکرۂ علما کے مآخذ و مصادر کا کہیں ذکر نہیں۔ میرے خیال کے مطابق اس تذکرے کی تالیف میں مولانا محمد حسین آزاد نے بہت زیادہ کتابوں سے استفادہ نہیں کیا۔ اس تذکرے میں شامل شخصیات کے احوالِ حیات اور واقعات کا ایک بڑا حصہ اخبار الاخیار، مآثر الکرام، تذکرۂ علمائے ہند اور حدائق الحنفیہ سے واضح استفادے کا غماز ہے۔ مآثر

الکرام کا فیضان باقی سب تذکروں سے زیادہ ہے۔ تذکرۂ علما کی چوالیس شخصیات میں سے چالیس کے لگ بھگ شخصیات کا ذکر مأثر الکرام میں موجود ہے اور تذکرہ' علما کی اکثر عبارتوں پر مأثر الکرام کے ترجمے کا گمان ہوتا ہے۔ پیدائش اور وفات کی تاریخیں، مادہ ہائے تاریخِ وفات اور کتب کے نام بالعموم وہی ہیں جن کا ذکر مأثر الکرام میں آیا ہے۔ مأثر الکرام سے استفادے کی چند مثالیں بہ طور مشتِ نمونہ از خروارے پیش کی جاتی ہیں:

☆ قاضی عبدالمقتدر

تذکرۂ علما:

یہ عالم با معرفت ایامِ طالب علمی میں ہی شیخ نصیر الدین محمود اودھی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر مباحثِ علمیہ کرتے تھے۔ شیخ بھی ان کے مباحث کو پسند فرما کر تحصیلِ علوم میں ترغیب دیتے تھے۔ پھر انھوں نے شیخ سے بیعت کر کے طریقۂ چشتیہ اختیار کیا۔ شیخ نصیر الدین محمود اور ان کے اکثر خلفا پابندِ شریعت تھے اور تدریسِ علوم میں مشغول رہتے تھے۔ شیخِ مذکور کا مقولہ تھا کہ ایک مسئلہ شرعیہ میں فکر، غرور اور ریا کی ملی ہوئی ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔(۱۰)

مأثرِ الکرام:

درآوان تحصیل بہ شرفِ ملازمت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ می رسید و ذکر مقدماتِ علمی درمیان می آرد۔ شیخ او را بسیار دوست می داشت و ابحاثِ او را تحسین می کرد و بہ تحصیلِ علم ترغیب می فرمود۔ آخر الامر دست بہ دامنِ ارادت زد و کمال صوری را با جمالِ معنوی ہم آغوش ساخت۔ ہموارہ بہ افادۂ طلبہ می پرداخت و لب تشنگان را بہ سلسبیلِ علوم سیراب می ساخت و طریقۂ انیقۂ شیخ نصیر الدین محمود و اکثر خلفا را و نور اللہ مضاجعہم حفظ آدابِ

شریعت واشتغالِ درس بود۔ شیخ نصیر الدین می فرمود یک مسئلہ شرعی فضل دارد بر ہزار رکعتے کہ آمیختہ باعجب وریا باشد۔ (۱۱)

☆ مولانا معین الدین عمرانی

تذکرۂ علما:

ان کو سلطان محمد ابن تغلق شاہ والیِ ہند نے بہت سے تحفہ تحائف دے کر قاضی عضد الایجی کے پاس شیراز بھیجا تھا کہ اُن کو ہندوستان لے آئیں۔ سلطان ابو اسحاق نے اُن کو نہ آنے دیا۔ جب یہ اُس مُلک میں پہنچے اور ان کے فضائل اور کمال کا حال وہاں کے لوگوں پر منکشف ہوا تو سلطان ابو اسحاق اور وہاں کے علما نے ان کی بہت عزت اور توقیر کی۔ کنز، حسامی اور مفتاح العلوم کے حاشیہ ان کی تصانیف میں سے ہیں۔ (۱۲)

مأثر الکرام:

آوردہ اند کہ سلطان محمد، مولانا معین الدین را بہ ولایت فارس نزد قاضی عضد الایجی فرستاد والتماس نمود کہ بہ ہندوستان تشریف آرد و متن مواقف را بہ نام او سازد۔ سلطان ابو اسحاق والیِ شیراز مانع شد و فرمود تخت سلطنت بہ شما تسلیم می کنم و ہر خدمتے کہ باید بہ تقدیم می رسانم قاضی چون تواضع سلطان را بہ این مرتبہ مشاہدہ کرد از عزیمت ہندوستان در گذشت و در وطنِ خود قدم اقامت افشرد و مواقف را بہ نام سلطان ابو اسحاق موشح ساخت و نام اورا تا دور روزگار بہ کرسی عزت نشاند۔ مولانا معین الدین عمرانی وقتے کہ بہ خطہ شیراز وارد شد در آنجا آثار فضل و دانش از وبہ ظہور رسید و بہ مزید اعزاز و اکرام اختصاص یافت۔ از تصانیف اوست حواشی کنز و حسامی

ومفتاح۔(۱۳)

☆ مولانا احمد تھانیسری

تذکرۂ علما:

امیر تیمور نے جب دہلی کو فتح کیا، تو ان کے فضائل وکمالات کا حال سُن کر اُن سے ملاقات کی اور اپنی صحبت میں رکھ لیا لیکن جب امیر تیمور ہندوستان سے روم کو گیا، تو یہ ہندوستان میں ہی رہ گئے۔ پھر دہلی کی بے رونقی دیکھ کر کالپی چلے گئے اور درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ انتقال کیا اور قلعہ میں مدفون ہوئے۔(۱۴)

مأثر الکرام:

صاحب قران امیر تیمور تعریف مولانا گوش کردہ درحضور طلبیدہ وجوہر فضل وکمال معائنہ نمودہ بہ مجالست ومصاحبت مخصوص ساخت۔ بعد معاودت موکب تیموری وبرہم شدن رونقِ دہلی، مولانا احمد نیز با اہل وعیال قصد کالپی کردو درآنجا طرح توطن ریخت وتتمۂ عرصۂ عمر را بہ تقدیم عبادت ودرسِ علوم معمور ساخت۔ قبرِ مولانا درونِ قلعہ کالپی واقع شدہ۔(۱۵)

☆ مولوی قطب الدین شمس آبادی

تذکرۂ علما:

اصل میں یہ امیتی [امیٹھی] کے رہنے والے تھے۔ پھر شمس آباد وطن اختیار کیا۔ ابتدا میں مختلف علما سے کسب علوم کرتے رہے پھر مُلّا قطب الدین سہالوی کے شاگرد ہوئے اور فاتحہ الفراغ انھی کے پاس پڑھی۔ یہ آخر عمر تک شمس آباد میں درس دیتے رہے، بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ ستر

برس کی عمر میں ۱۱۲۱ھ [۱۰-۱۷۰۹ء] کو وفات پائی۔ (۱۶)

مأثر الکرام:

اصلش از سادات امیٹی من مضافات اودھ است۔ از وطنِ خود نقل کردہ شمس آباد را مشرق انوار ساخت۔ شمس آباد از توابع قنوج است۔ سیّد علامۂ تحریر و فہامۂ بے نظیر بود تلمذ از فضلاء عصر نمود۔ آخر در حوزۂ درس ملا قطب الدین شہید سہالوی در آمد و قسطی از علوم فرا گرفت و فاتحہ فراغ خواند و در شمس آباد مسند افادی گسترد و جمِ غفیر را بہ افاضۂ دانش و بینش مرتبۂ کمال و تکمیل کرامت نمود ___ قریب ہفتاد سال عمر یافت و در ۱۱۲۱ھ احدی و عشرین ماتہ والف ورقِ حیات گرداند۔ (۱۷)

تذکرۂ علما میں شریعت وطریقت کے علما شامل ہیں۔ اس تذکرے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مختلف مسالک کے علما کو شامل کیا گیا ہے اور بے تعصبی کے ساتھ ان کے احوال اور کارناموں کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ بعض تذکار میں بے حد اختصار برتا گیا ہے جس سے تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ تاہم زیادہ تر تذکار مناسب تعارف پیش کرتے ہیں۔ علما کے ذکر میں اختلافی باتوں اور محیر العقول واقعات سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔ راقم کے خیال کے مطابق یہ تذکرہ کسی نصابی ضرورت کی تکمیل کے لیے تالیف کیا گیا مگر بہ وجوہ نا تمام رہا۔ ڈاکٹر رشید امجد اس تذکرے کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ان میں [شاملِ تذکرہ] اکثر علما شاعر بھی تھے اور انھوں نے کسی نہ کسی حوالے سے اُردو زبان کے فروغ میں حصّہ لیا ہے لیکن ڈاکٹر محمد ایوب قادری اور مولوی عبدالحق کی کتابوں میں ان میں سے کئی کا ذکر موجود نہیں۔ اس لحاظ سے آزادؔ کا یہ تذکرہ ایک [؟] اہمیت کا حامل ہے۔ (۱۸)

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان سے راقم کو اتفاق نہیں۔ زیرِ نظر تذکرے میں شامل علماے کرام میں سوائے مسعود بن سعد سلمان لاہوری اور سیّد غلام علی آزاد کے اُردو زبان و ادب کے ساتھ کسی شخصیت کا کوئی راست تعلق نہیں۔ مسعود بن سعد کا ہندوی دیوان جس کا ذکر امیر خسرو اور محمد عوفی کی کتابوں میں ملتا ہے، دست یاب نہیں اور سیّد غلام علی آزاد سے منسوب ایک نثری کتاب گربہ نامہ پر ڈاکٹر نجم الاسلام کا دیدہ کشا تحقیقی کام منظرِ عام پر آچکا ہے، جس کے مطابق یہ کتاب غلام علی امروہوی کی تصنیف ہے۔(۱۹) غلام علی آزاد سے منسوب اُردو شاعری کو بھی مقبول احمد صمدانی (۲۰) اور ڈاکٹر سید حسن عباس رد کر چکے ہیں۔(۲۱)

تذکرۂ علما کے متن میں املا اور کتابت کی متعدد غلطیاں موجود ہیں۔ یہ غلطیاں اسما، اماکن اور کتب میں بھی موجود ہیں۔ کئی جگہوں پر عربی کتابوں کو ''ال'' کے بغیر لکھا گیا ہے جیسے: شوارد بجائے الشوارد، عباب بجائے العباب۔ الزاولی کو الزوالی، کافیہ کو رجافیہ، مولانا الہ داد جون پوری کو المداد جون پوری، سلسلۂ شطاریہ کو سلسلۂ شکاریہ اور قبضی کو قفی لکھا گیا ہے۔

[۳]

تذکرۂ آزاد کی کم یابی بل کہ نایابی کے باعث اسے اشاعتِ نو کے لیے انتخاب کیا گیا۔ کام ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مجھے ایک سانحۂ عظیم سے گزرنا پڑا۔ ۸-اکتوبر ۲۰۱۰ء کو میری والدۂ محترمہ راہیِ ملکِ بقا ہوئیں، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی چھاؤں اور دعاؤں سے محرومی نے مجھے ایک عرصے تک اپنی گرفت میں رکھا اور یوں یہ کام ۲۰۱۰ء میں مولانا آزاد کی سو سالہ برسی کے موقعے پر اہلِ علم کی خدمت میں پیش ہونے سے محروم رہا۔ راقم نے متن کی تہذیب اور حواشی و تعلیقات کی ترقیم میں تحقیق اور تدوین کے اصولوں اور قاعدوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ متن کی ترتیب و تہذیب میں حسبِ ذیل طریق کار اختیار کیا گیا ہے۔

۱۔ متن کو جدید املا کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ پہلے ایڈیشن کے اغلاطِ املا مثلاً: لئے، کئے، دیجئے، انہوں، انہیں، علماء، بقاء، روساء اور شعراء کو موجودہ اشاعت میں بالترتیب لیے، کیے، دیجیے، انھوں،

انھیں، علما، بقا، رؤسا اور شعرا کر دیا گیا ہے۔

۲۔ پہلے ایڈیشن میں اکثر دو لفظوں کو جوڑ کر لکھا گیا تھا، جیسے: انکو، اسکے، یہانتک، سمجھینگے، کہینگے اور کرونگا۔ زیرِ نظر اشاعت میں انھیں الگ الگ کر کے ان کو، اس کے۔ یہاں تک، سمجھیں گے، کہیں گے اور کروں گا، لکھا گیا ہے۔

۳۔ پہلے ایڈیشن میں مرکبِ اضافی میں بالعموم حرفِ اضافت کا استعمال دکھائی نہیں دیتا۔ تدوینِ نو میں ایسے تمام مرکبات، حرفِ اضافت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

۴۔ اسما اور اماکن میں ہونے والی اغلاط کو برقرار رکھتے ہوئے قوسینِ کبیر میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۴۔ مؤلف یا کاتب سے لکھنے میں جو لفظ چھوٹ گیا ہے، اسے متعلقہ جگہ پر قوسینِ کبیر میں درج کر دیا گیا ہے۔

۵۔ متن میں مولانا آزاد نے ہجری تاریخیں دی ہیں، راقم نے ان کے سامنے قوسینِ کبیر میں عیسوی تاریخوں کا اضافہ کیا ہے تاکہ عام قارئین کو دشواری نہ ہو۔

۶۔ تذکرے میں کئی جگہوں پر املے کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا، تدوینِ نو میں ایسے مقامات پر قوسینِ کبیر کے ذریعے نشان دہی کر دی گئی ہے۔

۷۔ متن میں آنے والی کتابوں اور رسائل کے ناموں کو نستعلیق کے بہ جائے خطِ نسخ میں لکھا گیا ہے۔

۸۔ طبعِ اوّل میں جس ترتیب سے علمائے کرام کا ذکر ملتا ہے، اشاعتِ نو میں بھی اسی ترتیب کی پیروی کی گئی ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر یہ ترتیب زمانوی اعتبار سے درست نہیں۔

۹۔ پہلے ایڈیشن میں متن سے پہلے خواجہ حسن نظامی کا دیباچہ اور آخر میں آغا محمد طاہر کا ''خاتمہ'' تھا۔ اب ان دونوں تحریروں کو کتاب کے آخر میں ضمیمۂ اوّل کے تحت شامل کیا گیا ہے۔

۱۰۔ تذکرے میں شامل علمائے کرام کے بارے میں اضافی معلومات کو حواشی و تعلیقات میں درج

کیا گیا ہے۔ ہر اندراج کے خاتمے پر ''مزید مطالعے کے لیے'' کے عنوان سے ان کتابوں کے نام صفحہ نمبر کی قید کے ساتھ درج کیے گئے ہیں، جن میں زیرِ تذکرہ شخصیت کے بارے میں مواد موجود ہے۔ کتابیات میں کتابوں کے پورے کوائف درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ کتابیات کو مصنفین کے ناموں کے بہ جائے کتب کے عنوانات کی الف بائی ترتیب کے مطابق تیار کیا گیا ہے۔

۱۱۔ پہلے ایڈیشن کے سرورق، اندرون سرورق اور پس سرورق کے عکس ضمیمۂ دوم میں شامل کیے گئے ہیں۔

[۴]

تذکرۂ آزاد کی تدوینِ نو اور حواشی و تعلیقات کی تیاری میں مجھے جن صاحبانِ علم کا خصوصی تعاون حاصل رہا ہے، ان کے ذکر اور شکریے کے بغیر اس کام کو کسی طرح بھی مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مخدومہ امیر جان لائبریری، نڑالی (گوجر خان) کے مالک و منتظم صاحب زادہ حسن نواز شاہ میرے نہایت عزیز دوست ہیں۔ انھوں نے اس کام میں جس ذوق وشوق کے ساتھ میری مدد کی، اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میں خود کو قاصر پاتا ہوں۔ انھوں نے نہ صرف اپنے کتب خانے سے درجنوں نادر و نایاب کتابیں تلاش کیں بل کہ میرے غریب خانے تک پہنچانے کی زحمت بھی اٹھائی۔ بعض کتابیں دوسرے اہلِ علم کے نجی کتب خانوں سے بھی فراہم کیں۔ ان کی یہ کتابیں تقریباً ایک سال تک میرے پاس رہیں۔ یہی نہیں بل کہ متن کی پروف خوانی اور حواشی و تعلیقات میں متعدد اضافات کر کے میرے کام کو مکمل بنانے کا جتن بھی کیا۔ ان کے اس غیر معمولی علمی تعاون پر میں انھیں ہدیۂ سپاس پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ خالقِ ارض وسما ان کی توفیقات میں اضافہ کرے اور انھیں ہمیشہ بامراد رکھے۔ میرا کتب خانہ، حضرو کے مالک و مہتمم جناب راشد علی زئی کا شکریہ بھی واجب ہے، جن کے کتب خانے کے اس نسخے نے مجھے کام کرنے کا موقع دیا۔ دُنیائے تحقیق کے نام ور استاد پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کا شکریہ کس طرح ادا کیا جائے کہ

انھوں نے ایک طالب علم کے کام کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر اپنے گراں قدر تأثرات لکھ کر اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔ میں ان کی درازیِ عمر اور صحت و تنومندی کے لیے دعا گو ہوں۔ ڈاکٹر رشید امجد صاحب نے تذکرۂ آزاد پر اپنے تعارفی مضمون کی نقل فراہم کی، برادرم نہال حیدر صدیقی نے کراچی اور عزیزہ ثمینہ ریاض نے وہاڑی سے چند تذکرے ارسال کرنے کی زحمت اٹھائی، ان سب کے لیے بھی دل دست بہ دعا ہے۔ اور ______ فہد حسن تمھارا شکریہ ادا کرنا بھی مجھ پر لازم ہے کہ تم نے اقتباس نقل کرنے اور پروف خوانی میں میری مدد کی:

تم سلامت رہو ہزار برس

۲۰ر اگست ۲۰۱۱ء

ارشد محمود ناشاد

اسسٹنٹ پروفیسر (اُردو)

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

دستی فون: ۰۳۰۰-۵۳۹۱۱۴۰

برقی پتا: arshad_nashad@yahoo.com

حوالہ جات:

۱۔خاتمہ، آغا محمد طاہر، مشمولہ، تذکرۂ علما: لاہور، کریمی پریس، [۱۹۲۲ء]، ص ۶۸-۶۹
۲۔کنایاتِ آزاد، سید جمیل احمد رضوی، مشمولہ، راوی، آزاد نمبر (منتخب مضامین)، مرتبہ، ڈاکٹر سعادت سعید، لاہور، شعبۂ اُردو، جی سی یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۸۱
۳۔میرا کتب خانہ حضرو کی اُردو کتب کی توضیحی فہرست، اسد قیوم، اسلام آباد، شعبۂ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۴۷ (غیر مطبوعہ)
۴۔مشمولہ: جرنل آف ریسرچ (اُردو)، ملتان، شعبۂ اُردو، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، جون ۲۰۱۰ء، ص ۲۳-۳۰
۵۔ایضاً، ص ۲۸
۶۔خاتمہ، مشمولہ، تذکرۂ علما: ص ۶۹-۷۰
۷۔ دیباچہ، مشمولہ تذکرۂ علما: ص ۴
۸۔مولانا محمد حسین آزاد کی درسی کتابیں، مشمولہ، راوی، آزاد نمبر: ص ۱۱۲
۹۔آزاد کا تذکرۂ علما، مشمولہ، جرنل آف ریسرچ (اُردو): ص ۲۸
۱۰۔ تذکرۂ علما: ص ۱۱-۱۲
۱۱۔مآثر الکرام: ص ۱۲۶
۱۲۔تذکرۂ علما: ص ۱۲-۱۳
۱۳۔مآثر الکرام: ص ۱۲۷-۱۲۸
۱۴۔تذکرۂ علما: ص ۱۳-۱۴
۱۵۔مآثر الکرام: ص ۱۲۹
۱۶۔تذکرۂ علما: ص ۴۲

۱۷۔مآثر الکرام:ص۲۰۰

۱۸۔تذکرۂ علما:ص۲۷

۱۹۔دیکھیے :آزاد بلگرامی سے منسوب گربہ نامہ،مشمولہ، تحقیق (شمارۂ خاص)،حیدرآباد،شعبۂ اُردو، سندھ یونی ورسٹی،۹۷-۱۹۹۶ء،ص۹۱۱-۹۲۵

۲۰۔ دیکھیے :حیاتِ جلیل :مقبول احمد صمدانی،الہ آباد،رام نرائن لال پبلشر،۱۹۲۹ء

۲۱۔آزاد بلگرامی سے منسوب آثار،مشمولہ، تحقیق (شمارۂ خاص):ص۳۹۷-۴۰۲

متن

۱۔ مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری

ہمدان کے رہنے والے تھے۔ اِن کے والد سعد بن سلمان، ہمدان سے ہندوستان میں آئے اور لاہور کو وطن اختیار کیا۔ سُلطان ابراہیم ان کے ساتھ اس طرح پیش آیا کہ وطن کو بھول [کر] لاہور ہی میں شادی کر لی۔ پھر تو صاحبِ عمل ہو گئے۔ یہیں مسعود پیدا ہوئے۔ تحصیلِ علم میں اور فضلا کے شاگرد ہو کر فضیلتِ علمی حاصل کی اور ایسا اعتبار پیدا کیا کہ سلطان نے بعض شہروں کی حکومت عطا کی۔ یہ خود شاعر تھے اور شاعروں اور عالموں کے بہت قدردان تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد سیف الدین محمود ابن سلطان ابراہیم کے مصاحب ہو گئے۔ ۴۷۲ھ [۸۰-۱۰۷۹ء] میں کسی نے سُلطان کے پاس چغلی کھائی کہ سیف الدین بھاگ کر ملک شاہ سلجوقی کے پاس بہ ارادہ فساد جایا چاہتا ہے۔ پادشاہ نے اُسی وقت قید کیا۔ ان کے اکثر مصاحبوں میں سے کسی کو قید اور کسی کو قتل کیا۔ مولانا مسعود کو بھی قلعۂ نامی میں قید کیا۔ بیس برس تک قید رہے۔ اس عرصہ میں قرآن حفظ کیا اور نظم میں بہت کچھ تصنیف کیا۔ اکثر نظمیں اُن میں بہت پُر تاثیر تھیں۔ بادشاہ کے پاس بہ امیدِ عفوِ قصور بھیجا مگر قبول نہ ہوا۔ اُن کے دیوان تین زبانوں میں موجود تھے۔ اب فقط دیوانِ فارسی ملتا ہے، عربی، ہندی مفقود ہو گئے۔ وطواط نے حدائق السحر میں لکھا ہے کہ مسعود کے اکثر اشعار کلام جامع ہیں، خصوصاً وہ اشعار جو حالتِ قید میں کہے ہیں اور اس راستہ [راستے] میں عجم کے شاعروں میں سے کوئی اس کے لشکر کی گرد تک نہ پہنچا، نہ خوبیِ معانی میں نہ لطافتِ الفاظ میں۔

۲-مولانا حسن صغانی لاہوری

اِس عالمِ معرفت کی جائے ولادت لاہور ہے۔ اِن کے بزرگوں میں سے ایک شخص صغان سے لاہور میں آرہے تھے اس واسطے ان کو صغانی کہتے ہیں۔ محمود ابن سلیمان کفوی کتاب اعلام الاخبار میں لکھتے ہیں کہ حسن ابنِ محمد ابن حسن ابن حیدر صغانی عمر ابن خطاب خلیفۂ ثانی کی نسل میں سے تھے۔ فقہ اور حدیث کے سوا اور علوم میں بھی دخل رکھتے تھے۔ یہ لاہور میں پندرھویں صفر ۵۷ ہجری [۲۹ رجون ۱۱۸۱ء] میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے تحصیلِ علوم کر کے ۶۱۵ھ [۱۲۱۸ء] میں بغداد کو چلے گئے۔ جہاں ایک مدت تک رہ کر مختلف علوم میں کتابیں تصنیف کیں اُن کی ایک کتاب الشوارد لغات میں ہے اور شرح القلاوہ السمیطیه فی توشیح الدریدیه اور کتاب الافتعال اور کتاب العروض اور کتاب مشارق الانوار بھی انھی کی تصنیف [تصنیفات] سے ہیں۔ حدیث میں مصباح الدجیٰ اور الشمس المنیرہ، شرح البخاری درة السحابة اور اُس کی شرح اور کتاب الفرائض اور لغت میں کتاب العباب لکھنی شروع کی تھی مگر تمام نہ کرنے پائے تھے کہ ۶۵۰ھ [۱۲۵۲ء] میں بغداد میں انتقال کیا۔ انھوں نے وصیت کی تھی کہ جو مجھ کو مکہ میں دفن کرے، اُس کو پچاس دینار دیے جائیں۔ حسبِ وصیت یہ اُسی سال مکہ میں دفن کیے گئے یہ ایک مُدت تک مکہ معظّمہ [میں] رہے تھے۔ وہاں سے عراق کی طرف چلے گئے تھے۔ ۶۱۷ھ [۱۲۲۰ء] میں بہ طریق سیر ہندوستان میں آئے۔ ۶۲۴ھ [۱۲۲۷ء] میں واپس گئے پھر اُسی طرح ہندوستان آئے اور ۶۳۷ھ [۴۰-۱۲۳۹ء] میں بغداد

واپس گئے۔ اُنھوں نے مکہ اور عدن اور ہندوستان میں بہت سے علما سے حدیث کی سماعت کی۔ (۲)

۳- مولانا شمس الدین یحییٰ اَوَدِھی

ظہیر الدین بکری [بھکری] اور فرید الدین شافعی کے شاگرد تھے اور سلطان المشائخ نظام الدین بداؤنی [بدایونی] دہلوی سے طریقۂ چشتیہ اختیار کیا۔ یہ اپنے شیخ کے پاس دہلی میں رہنے لگے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ دارالخلافہ دہلی میں ریاستِ تدریس ان کو حاصل ہوگئی اور شیخ نظام الدین کی وفات [۱۸/ربیع الآخر ۷۲۵ھ/۳/اپریل ۱۳۲۵ء] کے چند سال بعد انتقال کر گئے۔ (۳)

۴- مولانا شیخ حمید الدین دہلوی

یہ اکثر تدریس میں مشغول رہے۔ آخر ۷۶۴ھ [۶۳-۶۲-۱۳۶۲ء] میں دارِ بقا کی طرف رحلت گزیں ہوئے۔ ان کی ھدایہ پر ایک شرح انیق ہے۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ یہ شرح ممزوج اور لطیف ہے۔ الحمدللہ کہ ہم کو اس کتاب کی آخر تک خدمت میسر ہوئی۔ علامہ ابن کمل [ابنِ کمال] کہتے ہیں کہ یہ شرح جلیل تمام شروح کا خلاصہ مگر ایجاز کی جگہ اطناب کیا ہے اور اطناب کی جگہ ایجاز۔ اسی واسطے اُس پر اعتراضات وارد ہوئے ہیں کیوں کہ کلام کا سلسلہ بے جوڑ ہو گیا۔ اسی وجہ سے علما اور فضلا کی نظر سے گر گئی۔ پھر کشف الظنون [؟] علامہ ابن کمل [ابنِ کمال] کہتے ہیں کہ یہ اگرچہ فرید عصر اور وحید تھے لیکن تحقیق سے دُور تھے اور اکثر مصنفات میں طریقِ جدل اختیار کیا خصوصاً شرحِ ھدایہ میں یہاں تک پہنچ گئے کہ

بڑے بڑے متکلمین کو عوامِ جاہلین اور بڑے بڑے مشائخ اور مجتہدین کو عام مقلدین میں سے بنا دیا۔ (۴)

۵-قاضی عبدالمقتدر ابن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی الدہلوی

یہ عالم بامعرفت ایامِ طالب علمی میں ہی شیخ نصیرالدین محمود اودھی دہلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر مباحثِ علمیہ کرتے تھے۔ شیخ بھی ان کے مباحث کو پسند فرما کر تحصیلِ علوم میں ترغیب دیتے تھے۔ پھر انھوں نے شیخ سے بیعت کر کے طریقۂ چشتیہ اختیار کیا۔ شیخ نصیرالدین محمود اور ان کے اکثر خلفا پابندِ شریعت تھے اور تدریسِ علوم میں مشغول رہتے تھے۔ شیخِ مذکور کا مقولہ تھا کہ ایک مسئلہ شرعیہ میں فکر، غرور اور ریا کی ملی ہوئی ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔ شیخ نصیرالدین محمود (چراغِ دہلی) نے اٹھارھویں ماہ رمضان کو ۷۵۷ھ [۱۴ر ستمبر ۱۳۵۶ء] میں انتقال کیا، دہلی میں مدفن [مدفون] ہوئے، یہ شیخ نظام الدین بداؤنی [بدایونی] دہلوی کے صاحبِ سجادہ تھے۔ قاضی عبدالمقتدر نے چھبیسویں محرم ۷۹۱ھ [۲۵ر جنوری ۱۳۸۹ء] کو اٹھاسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ دہلی میں حوضِ شمسی کے قریب مدفون ہیں۔ (۵)

۶-مولانا معین الدین عمرانی دہلوی

یہ بڑے فاضلِ جلیل اور مدرسِ نبیل تھے۔ ان کو سلطان محمد ابن تغلق شاہ والیِ ہند نے بہت سے تحفہ تحائف دے کر قاضی عضدالایجی [۶۸۰ھ-۷۵۶ھ/۸۲-۱۲۸۱

-۱۳۵۵ء] کے پاس شیراز بھیجا تھا کہ اُن کو ہندوستان لے آئیں۔ سلطان ابو اسحاق نے اُن کو نہ آنے دیا۔ جب یہ اُس مُلک میں پہنچے اور ان کے فضائل اور کمال کا حال وہاں کے لوگوں پر منکشف ہوا تو سلطان ابو اسحاق اور وہاں کے علما نے ان کی بہت عزت اور توقیر کی۔ کنز، حسامی اور مفتاح العلوم کے حاشیہ ان کی تصانیف میں سے ہیں۔(٦)

۷-مولانا احمد تھانیسری

یہ باوجود کمالِ علم کے شاعر بھی تھے۔ اس پر شیخ نصیر الدین اودھی دہلوی (چراغِ دہلی) کے مرید ہوئے۔ امیر تیمور نے جب دہلی کو فتح کیا، تو ان کے فضائل و کمالات کا حال سُن کر اُن سے ملاقات کی اور اپنی صحبت میں رکھ لیا لیکن جب امیر تیمور ہندوستان سے روم کو گیا، تو یہ ہندوستان میں ہی رہ گئے۔ پھر دہلی کی بے رونقی دیکھ کر کالپی چلے گئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ انتقال کیا اور قلعہ میں مدفون ہوئے۔(۷)

۸-قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی الدولت آبادی

یہ دولت آباد، دہلی میں پیدا ہوئے۔ قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور خواجگی دہلوی سے علم حاصل کیا کہ اپنے تمام اقران و امثال سے فوقیت لے گئے۔ اُن کے حق میں قاضی عبدالمقتدر کہتے ہیں کہ یہ طالب علموں سے میرے پاس ایسا طالب علم آیا کہ

جس کی جلد بھی علم ہے اور گوشت بھی علم ہے اور ہڈی بھی علم ہے۔ جب کہ تیمور دہلی کی طرف چلا تو خواجگی اُس کے پہنچنے سے پہلے دہلی سے کالپی کو چلے گئے۔ قاضی بھی ان کے ہمراہ چلے آئے تھے خواجگی تو کالپی میں ٹھہر گئے اور قاضی جون پور کو چلے گئے۔ سلطان ابراہیم شرقی والیٔ جون پور نے ان کے آنے کو غنیمت سمجھ کر ان کی بڑی عزت کی، ملک العلما کا خطاب عطا فرمایا۔ انھوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہلایا۔ نایاب کتابیں لکھیں، اُن میں فارسی میں تفسیرِ کلام مجید ہے اور کافیہ کے حاشیہ ارشاد نحو میں ایک متن ہے اس میں یہ التزام کیا ہے کہ تعریف ہی کے ضمن میں مثالیں بھی دی ہیں۔ بدایع المیزان فن بلاغت میں ایک متن ہے اور شرح بزودی اصولِ فقہ میں بحث امر تک اور قصیدہ بانت سعاد کی ایک شرح بسیط ہے۔ فارسی میں ایک رسالہ تقسیمِ علوم اور اسی عبارت میں مناقب السادات وغیرہ۔ یہ پچیسویں ماہ رجب ۸۴۹ھ [۲۷/اکتوبر۱۴۴۵ء] کو اس دارِ فانی سے رحلت گزیں ہوئے اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی مسجد کے جنوبی جانب میں مدفون ہوئے۔ (۸)

۹-مولانا شیخ علی ابن شیخ احمد مہائمی

قریش میں ایک فقہ نائتہ [نائطہ] کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اکثر آدمی سیاسی دباؤ میں آ کر مدینہ منورہ سے حجاج ابنِ یوسف کے خوف سے بھاگ کر ساحلِ بحرِ ہند پر آ رہے تھے۔ شیخ اسی میں پیدا ہوئے۔ علومِ مروجہ کو حاصل کر کے کمال تک پہنچایا۔ یہ توحیدِ وجودی کے قائل اور محی الدین عربی کے پیرو تھے۔ ماہ جمادی الاول ۸۳۵ھ [جنوری۱۴۳۲ء] میں ان کا انتقال ہوگیا، مہائم میں مدفون ہوئے۔

لوگ ان کی زیارت کرتے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں یہ کتابیں: تفسیرِ رحمانی، زوارف شرح عوارف المعارف، شرح فصوص الحکم، شرح نصوص شیخ صدرالدین قونوی۔ ادلته التوحید، رسالہ عجیبه، اعراب الم وغیرہ کے تخریج اعراب میں۔ (۹)

۱۰- مولانا شیخ سعدالدین خیرآبادی

ان کے والد شہر خیرآباد کے قاضی تھے۔ ان کو چھوٹا سا چھوڑ کر مر گئے۔ جب یہ مکتب میں بیٹھے، پہلے قرآن شریف شروع کیا، ہر روز اپنا سبق یاد کر لیتے تھے اور رات کو ہزار مرتبہ کہہ کر حفظ کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی طرح تمام قرآن حفظ کر لیا۔ یہ شیخ اعظم لکھنوی کے شاگرد ہیں۔ سلوک میں انھوں نے شیخ مینا لکھنوی کا طریقہ اختیار کیا۔ اُن کی وفات کے بعد یہ لکھنؤ میں چندروز تک مقیم رہے۔ ایک دن خواب میں ان کے شیخ نے کہا کہ خیرآباد چلے جاؤ، حسبِ ارشاد یہ خیرآباد جا رہے۔ وہاں درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ انھوں نے کئی کتابوں کی شرح لکھی۔ اُن میں سے شرحِ بزودی، شرح حسامی، شرح کافیه [اور] شرح مصباح ہے [ہیں]۔ رسالہ مکیه کی شرح میں اپنے شیخ کے اکثر حالات اور مقولات بیان کیے ہیں۔ یہ مرتے دم تک اپنے شیخ کے طریقہ [طریقے] پر رہے مزار ان کا خیرآباد میں ہے۔ (۱۰)

۱۱- مولانا عبداللہ ابن الہ داد العثمانی التلبنی [تلمبی]

ان کو منقول ومنقول اور فروع واصول میں کمال حاصل تھا۔ مدتِ دراز تک اپنے وطن میں درس [و] تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب اُس شہر میں فتنہ وفساد برپا

ہوا تو دہلی میں ہجرت کر آئے اور سلطان سکندر لودھی کی خدمت میں پہنچ کر بہت آبرو حاصل کی۔ پھر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ یہ ۹۲۲ھ [۱۵۱۶ء] میں رہ سپارِ ملکِ عدم ہوئے۔ تاریخ ہوئی: "اولئک لهم الدرجات العلی" قبر ان کی دہلی میں ہے اور میزان المنطق کی شرح ان کی مؤلفات میں سے ہے۔ (۱۱)

۱۲۔ مولانا الہ داد جون پوری

یہ عبداللہ تلبنی [تلمی] کے شاگرد ہیں اور راجی حامد شہ مانک پوری سے انھوں نے طریقہ حاصل کیا۔ تمام عمر حواشی اور شروح اور شرح الشروح لکھنے میں صرف کی۔ شرح ہدایہ کئی جلدوں میں اور شرح بزودی اور حواشی، حواشی ہندیہ پر اور حاشیہ تفسیرِ مدارک پر ان کی تصنیفات میں سے ہے [ہیں]۔ (۱۲)

۱۳۔ مولانا شیخ علی متقی

ان کے آبا و اجداد جون پور کے رہنے والے تھے۔ کسی وجہ سے برہان پور میں چلے آئے تھے۔ یہ وہیں پیدا ہوئے۔ جوان ہو کر حسام الدین متانی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ پھر ۹۵۳ھ [۱۴۴۶-۴۷ء] میں حرمین شریفین کی طرف سفر کیا اور شیخ ابوالحسن بکری [م: ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء] سے پڑھنے لگے۔ تحصیلِ علم کے بعد مکہ معظمہ میں توطن اختیار کیا اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ اِس سلسلہ میں سیوطی کی جمع الجوامع کو مرتب کیا۔ شیخ ابوالحسن بکری کہتا تھا کہ سیوطی کا احسان تمام عالم پر ہے اور متقی کا احسان سیوطی پر۔ ان کی فارسی عربی کی تصنیفات سو سے زیادہ ہیں۔ شیخ

ابنِ حجر مکی صاحب صواعق محرقہ پہلے تو ان کے استاد تھے پھر ان کے شاگرد ہوئے۔ یہ دوسری جمادی الاوّل ۹۷۵ھ [۳ رنومبر ۱۵۶۷ء] میں مر گئے۔ ''قضیٰ نحبُہ'' تاریخ وفات ہوئی۔ مرتے وقت انھوں نے یہ وصیت لکھی تھی:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم. الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہٖ اجمعین۔ فقیر الی اللہ علی ابن حسام الدین متقی کے دنیا سے کوچ کرنے اور آخرت میں پہنچنے کے دن یہ وصیت ہے کہ اس فقیر کو حالتِ طفولیت میں والد نے شیخ باجن کا مرید بنا دیا تھا اور ان کا طریقہ سماع اور صفا اور وجد اور بے قراری کا تھا۔ جب بالغ ہوا تو اپنے والد کی موافقت اور اس قول کے مطابق کہ لڑکا بالغ ہو کر چاہے اسی کو شیخ بنالے جس کا مرید بنایا گیا یا کسی اور کو مگر میں نے انھی کو اپنا شیخ اختیار کیا۔ جب والد اور شیخ دونوں مر گئے تو شیخ عبدالحکیم ابن شیخ باجن سے مشائخِ چشت کا طریقہ اختیار کیا۔ پھر میں ایسے شیخ کا مشتاق ہُوا جو مہماتِ طریقۂ حقہ کے لیے کافی ہو۔ پس مُلتان جا کر شیخ حسام الدین متقی [کذا] کی صحبت میں مدت تک رہا۔ پھر حرمین شریفین کی طرف چلا گیا اور شیخ ابوالحسن بکری سے طریقہ قادریہ اور شاذلیہ اور مدنیہ اختیار کیا اور یہی طریقے محمد ابن محمد سخاوی سے بھی اختیار کیے۔'' (۳۱)

۱۴- شیخ محمد طاہر فتنی [پٹنی]

ان کو حدیث میں اچھا دخل تھا۔ پہلے علمائے گجرات سے کچھ حاصل کیا پھر حرمین شریفین کی طرف چلے گئے اور وہاں کے مشائخ میں سے شیخ علی سے خاص کر بہت کچھ حاصل کیا۔ پھر اپنے وطن میں آ کر حسبِ وصیت اپنے شیخ کی تالیف اور

تصنیف میں مشغول ہوئے۔ مجمع البحار غریب حدیث میں اور مغنی اسماالرجال میں اور تذکرۃ الموضوعات ان کے تالیفات میں سے ہیں۔ انھوں نے اپنے شیخ کی طرح بوروں [بوہروں] کے دفع کرنے کی، جو سید محمد جون پوری کے تابع تھے، جس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا، کوشش اور قسم کھائی کہ جب تک ان کو دفع نہ کروں گا، عمامہ سر پر نہ رکھوں گا۔ جب اکبر بادشاہ نے ۹۸۰ھ [۷۳-۱۵۷۲ء] میں گجرات کو فتح کیا اور شیخ سے مُلاقات کی تو اپنے ہاتھ سے اُس کے سر پر عمامہ باندھا اور وعدہ کیا کہ ہم تمھارے ارادے کو پورا کریں گے اور مرزا عزیز کوکہ کو وہاں کی حکومت دی۔ اس نے حتی المقدور اُن کے دفع کرنے میں سعی کی۔ جب یہ معزول ہُوا اور اس کی جگہ خانِ اعظم عبدالرحیم خان خاناں وہاں کا والی ہوا تو اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے بوروں [بوہروں] نے پھر قوت پائی۔ شیخ نے پھر عمامہ سر سے پھینک دیا اور بادشاہ کی طرف چلا جب اُجین میں پہنچا تو فرقۂ مہدیہ کے چند لوگوں نے ۹۸۶ھ میں ان کا کام تمام کیا۔ اِن کو فتن [پٹن] میں ان کے اسلاف کی مقابر میں لاکر دفن کیا۔ شیخ عبدالقادر ابن شیخ ابی بکر مفتی مکہ معظّمہ ان کے پوتے ہیں۔ ان کو اور علوم کے علاوہ فقہ میں بہت دخل تھا۔ فتاویٰ چار جلدوں میں اور مجموعہ المنشآت ان کی تالیف ہے۔ ۱۱۳۸ھ [۲۶-۱۷۲۵ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ (۱۴)

۱۵- شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی

یہ ماہ محرم ۹۱۱ھ [جون ۱۵۰۵ء] میں پیدا ہوئے ان کا مولد جاپانیر ہے، وہیں پرورش پائی پھر گجرات چلے گئے اور ملا عماد طارمی سے علم حاصل کیا۔ شیخ قاضن

سے طریقہ لیا۔ ۹۹۸ھ[۱۵۸۹ء] اتوار کے دن انیسویں صفر کو یہ انتقال کر گئے۔ گجرات میں مدفون ہوئے۔ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً تاریخ وفات ہوئی۔
حاشیہ تفسیرِ بیضاوی، شرحِ نخبہ اصول حدیث میں، حاشیہ عضدی، حاشیہ تلویح، حاشیہ بزودی، حاشیہ ھدایہ، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ مطول، حاشیہ مختصر، حاشیہ شرح تجرید، حاشیہ اصفهانی، حاشیہ شرح العقاید تفتازانی، حاشیہ قدیمہ محقق دوانی، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح حکمتہ العین، حاشیہ شرح المقاصد، حاشیہ شمیہ، حاشیہ شرح چغمینی، شرح تحفہ شاھیہ، شرح رسالہ ملا علی قوشجی فارسی میں، حاشیہ فوائد ضیائیہ، شرح ارشاد نحو میں، شرح ابیات منھل، شرح جامِ جھاں نما تصوف میں، شرح رسالہ کلید مخازن حقیقت محمدؐیہ میں ان کی تصنیفات سے ہیں۔(۱۵)

۱۶- ملک الشعرا شیخ ابوالفیض فیضیؔ

یہ بہت بڑے عالم اور بے نظیر شاعر تھے۔ ۹۵۴ھ[۱۵۴۷ء] میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے اور اپنے والد شیخ مبارک صاحبِ تفسیر منبع عیون سے علم حاصل کیا اور چودہ ہی برس کے سن میں تمام علومِ عربیہ اور حکمت میں مہارت پیدا کی۔ جب اکبر بادشاہ نے ان کے کمال کا شہرہ سُنا تو ۹۷۴ھ[۶۷-۱۵۶۶ء] میں ایک فرمان ان کے طلب میں بھیجا۔ جب یہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو ان کو اپنے مقربین اور مصاحبوں میں داخل کیا۔ اس پر ملک الشعرا کا لقب اور زیادہ فرمایا۔ بادشاہ کی تعریف میں ان

کے فارسی قصائد بہت بڑے بڑے ہیں۔ کُل فارسی دیوان کے اشعار پندرہ ہزار ہیں۔ موارد الکلم علمِ اخلاق میں بے نقط عربی عبارت میں ایک رسالہ ان کی تصنیف سے ہے۔ فارسی میں لیلاوتی کا ترجمہ کیا اور سواطع الالہام تفسیرِ قرآن کو بے نقط دو برس میں لکھ کر ۱۰۰۲ھ [۱۵۹۳ء] میں تمام کیا۔ سورۂ اخلاص [سے] امیر حیدر معمائی کاشانی نے اس کی تاریخِ اتمام نکالی؛ شیخ فیضی نے اس کے صلہ [صلے] میں دس ہزار روپیہ عنایت کیا۔ (۱۶)

۱۷۔ سید صبغت اللہ بروجی

انھوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی سے تحصیلِ علم کی پھر انھی سے طریقہ اختیار کیا۔ کچھ مدت تک حسبِ ارشادِ شیخ درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ پھر حرمین شریفین کی طرف چلے گئے۔ جب لوٹ کر آئے تو ۹۹۹ھ [۹۱-۱۵۹۰ء] میں مالوہ کی طرف چلے گئے۔ یہاں سے زیارتِ نبوی کے شوق میں احمد نگر کی طرف گئے، وہاں کے حاکم برہان الدین کی وجہ سے ایک سال تک ٹھہرنا پڑا پھر حرمین شریفین جانے کے ارادے سے بیجا پور پہنچے۔ ابراہیم سلطان نے ان کی عزت کی اور اسبابِ سفر مہیا کر کے خاص سلطانی جہاز میں سواری کا حکم دیا۔ مع متعلقین اماکنِ مقدسہ میں پہنچے اور کوہِ احد میں سکونت اختیار کی۔ رسالہ جواہرِ خمسہ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ان کے شاگرد شیخ احمد شناوی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ شیخ محمد عقیلہ مکّی نے اپنی کتاب لسان الزمان میں ان کا حال اس طرح لکھا ہے کہ سید صبغت اللہ ابن روح اللہ حسینی طریقہ شکاریہ [شطاریہ] کے شیخ المشائخ ہیں۔ انھوں نے طریقۂ شکاریہ [شطاریہ] سید وجیہ

الدین سے اختیار کیا اور انھوں نے محمد غوث صاحبِ جواہرِ خمسہ سے۔ ان سے اکثر لوگوں نے مثل سید میر اور سید السعد بلخی اور شیخ احمد شنادی کے فائدہ اٹھایا۔ کتاب الوحدت اور رسالہ ارائۃ الدقایق فی شرح مراۃ الحقایق اور مالا یسع ترکہ للمرید کل یوم من سنن القوم ان کی تصنیفات سے ہیں۔ ۱۰۱۵ھ [۷-۱۶۰۶ء] میں انھوں نے مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۱۷)

۱۸- شیخ احمد ابن شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندی

یہ ماہ صفر ۹۷۱ھ [ستمبر/ اکتوبر ۱۵۶۳ء] میں پیدا ہوئے۔ صغرسنی ہی میں قرآن حفظ کیا۔ ابتدا میں اپنے والد [عبدالاحد فاروقی] سے پڑھتے رہے۔ پھر سیالکوٹ جا کر کمال الدین کشمیری [م: ۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء] سے معقول پڑھا اور یعقوب کشمیری سے حدیث پڑھی۔ شیخ عبدالرحمان سے کتب تفسیر اور صحاحِ ستہ وغیرہ کا اجازہ حاصل کیا۔ سترہ برس کے سن میں تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے اور کئی رسالہ [رسالے] عربی فارسی تصنیف کیے۔ پھر سرہند سے دلی چلے گئے اور خواجہ عبدالباقی [م: ۱۰۱۲ھ/ ۴-۱۶۰۳ء] سے طریقۂ نقش بندیہ لیا اور طریقۂ چشتیہ اپنے والد سے لیا تھا پھر طریقۂ قادریہ شیخ سکندر [کیتھلی] سے لیا۔ خواجہ عبدالباقی نے ان کی بہت تعریف لکھی ہے۔ چنانچہ جب یہ اوّل ہی اوّل اُن کے پاس پہنچے ہیں تو اُن کی تعریف میں ایک شخص کو لکھتے ہیں: ''شیخ احمد سرہندی ایک عالمِ باعمل ہے، فقیر اس کے ساتھ چند روز بیٹھا ہے اور بہت سے عجائبات اس کی اوقات میں دیکھے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک علم کا سورج ہوگا کہ تمام عالم اس سے منور ہو جائے گا۔'' پھر لوگوں کی تعلیم و تلقین میں مصروف ہوئے اور ان کا نام روم و شام تک مشہور ہو گیا۔ ان کے فارسی مکتوبات تین جلدوں میں ہیں جو ان کے تبحر پر دلالت کرتے ہیں۔ ان کو شاہ جہاں نے تین برس تک حصولِ برکت کی نیت سے قید رکھا۔ بعد تین برس کے اس شرط پر کہ لشکر میں رہیں، چھوڑ دیا۔ چند روز لشکر میں رہے اور پھر مرخص ہو کر سر ہند چلے آئے اور اٹھائیسویں صفر ۱۰۳۴ھ [۹/دسمبر ۱۶۲۴ء] کو سر ہند میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ ''رفیع المراتب'' تاریخ وفات ہوئی۔ (۱۸)

۱۹- ملا عصمت اللہ سہارن پوری

یہ مشہور عالموں سے تھے مگر آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اکثر عمر درس و تدریس میں صرف کی۔ فوائدِ ضیائیہ پر ایک حاشیہ لکھا۔ ۹۳۹ھ [۳۳-۱۵۳۲ء] میں وفات پائی۔ (۱۹)

۲۰- شیخ عبدالحق دہلوی

یہ ہندوستان میں بہت مشہور عالموں میں سے ہیں۔ ان کے قبۂ مزار کی لوح پر یہ لکھا ہے کہ یہ جب سے سنِ شعور کو پہنچے، طاعتِ حق اور طلبِ علم کے لیے کمر باندھی اور شروعِ بلوغ ہی میں اکثر علومِ دینیہ حاصل کر لیے۔ بائیسویں برس ہی تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے، کلام الٰہی حفظ کر لیا اور مسند افادرت [افادات] پر جلوہ کیا۔ عنفوانِ شباب ہی میں ان کو جذبۂ الٰہیہ نے کھینچ لیا، پس قطعِ تعلق کر کے حرمین محترمین کی طرف چلے گئے اور مدت تک وہاں اقطابِ زمان اور اولیائے کبار کی صحبت

میں رہے۔ وہاں سے گراں بہا امانت رخصتِ ارشاد لے کر اور فنِ حدیث میں کامل ہو کر بڑی برکتوں سے واطنِ مالوف کی طرف پھرے اور باون برس تک بہ جمعیتِ ظاہر و باطن تکمیلِ اولا دو طالبانِ علم میں مصروف رہے۔ ہمیشہ علم کے پھیلانے میں ساعی رہے۔ خصوصاً علمِ حدیث میں ان کو ایسی دست گاہ حاصل ہوئی کہ اس علم کے علمائے سابقین و لاحقین کو میسر نہ ہوئی۔ ان کی تصنیفات اکثر علوم میں ہیں خصوصاً علمِ حدیث میں بہت معتبر کتابیں ہیں کہ علما نے اپنا دستور العمل بنایا۔ ان کی مصنفاتِ صغیر و کبیر سو جلدوں میں ہے [ہیں]۔ یہ محرم ۹۵۸ھ [جنوری ۱۵۵۱ء] میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ھ [۱۶۴۲ء] میں انتقال کر گئے۔ یہ ۹۸۵ھ [۱۵۷۷ء] میں شیخ موسیٰ قادری کے پاس گئے اور اُن سے طریقۂ قادریہ لیا اور جب مکہ گئے تھے تو شیخ عبدالوہاب سے کتب حدیث کا اجازہ بھی لیا تھا۔ (۲۰)

۲۱- شیخ نورالحق ابن شیخ عبدالحق دہلوی

یہ اپنے باپ کے شاگرد ہیں۔ شاہ جہان نے ان کو اکبرآباد کی قضا پر مقرر کر دیا تھا، بڑی متانت سے انھوں نے کارگزاری کی۔ ان کی تصنیفاتِ کثیرہ میں صحیح بخاری فارسی ترجمہ بھی ہے۔ یہ نوے برس کی عمر میں ۱۰۷۳ھ [۱۶۶۲ء] کو انتقال کر گئے۔ اِنا للہ و انا الیہ راجعون ٥ (۲۱)

۲۲- ملا محمود فاروقی جون پوری

یہ بڑے زبردست عالم تھے خصوصاً معقولات میں بڑی دست گاہ رکھتے تھے۔ یہ اپنے دادا شاہ محمد کے، جو ۱۰۳۲ھ [۲۳-۱۶۲۲ء] میں فوت ہوئے اور شیخ محمد

افضل جون پوری کے کہ علمائے کاملین میں سے تھے، شاگرد تھے۔ انھیں شیخ محمد افضل کے تمام شاگردوں میں ان کو [کذا] بہت امتیاز حاصل تھا۔ سترہ برس ہی کے سن میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ **شمس بازغه** اور قاضی عضدالدین ایجی کی **فوائد غیاثیه** پر جو علمِ معانی میں ایک کتاب ہے، شرح لکھی اور **فوائد شرح فوائد** نام رکھا۔ اس پر ایک حاشیہ بھی لکھا۔ ان سے تمام عمر میں کوئی قول ایسا صادر نہیں ہوا کہ پھر اُس سے رجوع کیا ہو۔ جب کوئی سوال کرتا تھا تو اگر دل جمعی ہوتی تھی تو جواب دیتے تھے ورنہ کہ دیتے تھے کہ اس وقت دل برداشتہ ہے۔ ان کے شاگرد مؤلفِ **صبحِ صادق** نے لکھا ہے کہ یہ تحصیلِ علم کر کے جون پور سے اکبر آباد چلے گئے اور آصف خاں سے ملے، میں اکبر آباد ہی میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ پھر جون پور آ کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے اور ۱۰۶۲ھ نویں ربیع الاوّل [۱۹ فروری ۱۶۵۲ء] کو انتقال کر گئے۔ شیخ محمد افضل ان کے استاد، زندہ تھے، اس موت کا اُن کو بہت صدمہ ہوا اور چالیس روز تک بالکل نہ ہنسے اور چالیسویں دن اپنے شاگرد سے جا ملے۔ (۲۲)

۲۳- ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی

یہ مُلا کمال الدین کشمیری کے شاگرد تھے۔ تھوڑی ہی مدت میں یہ پایۂ کمال کو پہنچ گئے۔ شاہ جہاں گیر [کذا] کے عہد میں اپنے شہر میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب شاہ جہان بادشاہ ہوا تو کئی مرتبہ یہ اس کے پاس گئے۔ اس نے ان کی بہت عزت کی اور دو مرتبہ روپوں کے برابر تُلوا کر ان کو وہ روپیہ دے دیا جس کی مقدار

ہر دفعہ کی چھ [چھے] ہزار ہوتی ہے اور بہت سے گاؤں بھی ان کو عطا کیے کہ یہ بہ فراغتِ مال و فراخیِ حال تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے اور عمدہ عمدہ کتابیں لکھیں۔ یہاں تک کہ اٹھارھویں ربیع الاوّل ۱۰۶۷ھ [۳ جنوری ۱۶۵۷ء] کو انتقال کر گئے اور سیال کوٹ میں مدفون ہوئے۔ حاشیہ تفسیرِ بیضاوی، حاشیہ مقدماتِ [اربعہ] تلویح، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح عقائد [نسفی] تفتازانی، حاشیہ شرح عقاید [ملا جلال] دوانی، حاشیہ [بر] حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح شمسیہ، حاشیہ حاشیہ عبدالغفور [بر فوائدِ ضیائیہ]، حاشیہ شرح مطالع [الانوار]، رسالہ الدر الثمنیہ اثباتِ واجب میں۔ شرح حکمتہ العین کے حاشیوں پر حاشیہ، شرح ھدایہ الحکمتہ کے حاشیوں پر حاشیہ [اور] مراح الارواح کے حاشیوں پر حاشیہ ان کی تصنیف سے ہیں۔ (۲۳)

۲۴۔ شیخ عبدالرشید جون پوری ملقب [بہ] شمس الحق

یہ شیخ فضل اللہ جون پوری کے شاگرد تھے اور اپنے والد شیخ مصطفیٰ سے طریقہ اختیار کیا تھا۔ ابتدا میں درس و تدریس میں مشغول رہے پھر کتبِ حقایق کا مطالعہ کرنا شروع [کیا]۔ خصوصاً محی الدین عربی کی کتابوں کو بہت دیکھتے تھے اور اُن کے اکثر کلمات کی تاویل کی۔ یہ امرا اور اغنیا کی صحبت سے احتراز کرتے تھے۔ شاہ جہان نے ان کے اوصاف سُن کر ان کو طلب کیا مگر یہ نہ آئے یہاں تک کہ ۱۰۸۳ھ [۷۳-۱۶۷۲ء] میں انتقال کر گئے۔ رشیدیہ فنِ مناظرہ میں، زادالسالکین شرح اسرار

ظلومت ابن عربی، رسالہ المحکوم المربوط ابن عربی کے بعض کلام کا ترجمہ، شرح مختصر عضدی پر حواشی، متفرقہ کافیہ پر حواشی فارسی، مقصود الطالبین اوراد و وظائف میں [اور] دیوانِ فارسی ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ (۲۴)

۲۵- میر محمد زاہد ابن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی

یہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں تربیت پائی۔ اپنے والد اور دیگر علما سے علم حاصل کیا۔ تکمیلِ علم کر کے شاہ جہان کی طرف سے ۱۰۶۴ھ سے کابل میں وقائع نگاری کا کام مدت تک کرتے رہے۔ عالم گیر کے زمانے میں بھی کچھ مدت تک یہ کام کیا پھر ۱۰۷۷ھ اُس کے لشکر کے محتسب مقرر ہوئے۔ پھر بادشاہ سے صدارتِ کابل حاصل کر کے کابل چلے آئے اور درس و تدریس و تالیف و تصنیف میں مشغول ہوئے۔ ۱۱۰۱ھ [۹۰-۱۶۸۹ء] میں ان کا انتقال ہوا، کابل ہی میں مدفون ہوئے۔ حاشیہ شرح مواقف اور حاشیہ شرح تہذیب دوانی۔ حاشیہ رسالہ قطبیہ قطب الدین رازی اور حاشیہ شرح ھیاکل ان کی تصنیف ہے [ہیں]۔ ان کے باپ قاضی محمد اسلم ہرات میں پیدا ہوئے اور کابل میں رہنا اختیار کیا۔ لاہور میں طلبِ علم کے لیے آئے اور شیخ بہلول سے پڑھنا شروع کیا بعد تکمیلِ تحصیل کے جہاں گیر کے پاس اکبر آباد پہنچے۔ جہاں گیر نے ان کی بہت عزت کی کیونکہ کلاں محدث استاد بادشاہ کے قریبیوں میں سے تھے۔ جہاں گیر نے ان کو منصب عطا کیا اور کابل کا قاضی بنا دیا۔ مدت تک وہاں رہے۔ پھر بادشاہی لشکر کے قاضی ہوئے۔ جب شاہ جہان بادشاہ ہوا تو ان کو منصبِ قضا پر مقرر رکھا اور منصبِ ہزاری عنایت کیا۔

تیس برس تک نہایت دیانت داری سے اس منصب پر کام کرتے رہے یہاں تک کہ بادشاہ نے ان کو روپوں کے برابر تلوایا اور انھی کو وہ روپیہ [روپئے] بھی عطا کیے جن کی مقدار چھ ہزار پان سو روپیہ تھی۔ پھر یہ رخصت ہو کر کابل چلے گئے۔ بادشاہ نے دس ہزار روپیہ سالانہ علاوہ جاگیرِ مقررہ کے مقرر کر دیا۔ ۱۰۶۱ھ [۱۶۵۱ء] میں انتقال کیا اور لاہور میں مدفون ہوئے۔ (۲۵)

۲۶- ملا قطب الدین شہید سہالوی

یہ شیخ انصاری ہیں اور ملا دانیال جوراسی [چوراسی] سے جو ملا عبدالسلام دیوی کے شاگرد ہیں اور قاضی کاسبی [گھاسی بن داؤد الہ آبادی] سے جو شیخ محبّ اللہ الہ آبادی کے شاگرد ہیں، علم حاصل کیا۔ یہ معقول اور منقول میں کامل دخل رکھتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اکثر علمائے ہند کی شاگردی کا سلسلہ انھی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ سہالی کے انصاریوں اور عثمانیوں میں کچھ تکرار تھا۔ ایک رات ۱۱۰۳ھ کو عثمانی ان کے گھر پر چڑھ آئے۔ ملاّ کو قتل کر کے گھر جلا دیا۔ ان کا ایک حاشیہ شرح عقائد علامہ دوانی پر تھا، وہ بھی ضائع ہو گیا۔ (۲۶)

۲۷- مولوی قطب الدین شمس آبادی

اصل میں یہ امیتی [امیٹھی] کے رہنے والے تھے۔ پھر شمس آباد وطن اختیار کیا۔ ابتدا میں مختلف علما سے کسبِ علوم کرتے رہے پھر مُلاّ قطب الدین سہالوی کے شاگرد ہوئے اور فاتحہ الفراغ انھی کے پاس پڑھی۔ یہ آخر عمر تک شمس آباد میں درس دیتے رہے، بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ ستر برس کی عمر میں ۱۱۲۱ھ [۱۰-۱۷۰۹ء]

کو وفات پائی۔ (۲۷)

۲۸- قاضی محب اللہ بہاری

مولد ان کا کرا ہے جو مضافاتِ بہار سے ہے۔ عنفوانِ شباب میں کتب درسیہ مختلف مقامات پر پڑھیں۔ پھر مولوی قطب الدین شمسؒ آبادی کی خدمت میں پہنچ کر تحصیل کو تکمیل پر پہنچایا۔ بعدِ تکمیل دکن کی طرف کوچ کیا اور شاہ عالم گیر سے لکھنؤ کی قضا حاصل کی۔ چند روز کے بعد معزول ہو گئے اور پھر دکن جا کر حیدر آباد کے قاضی ہوئے۔ پھر عالم گیر ان پر خفا ہوا اور معزول کر دیا۔ بعد چند روز کے ان کا قصور معاف کیا اور اپنے پوتے شہزادہ رفیع القدر کا اتالیق مقرر کر دیا۔ یہ شہزادہ رفیع القدر کے ساتھ کابل چلے گئے۔ جب عالم گیر مر گیا اور شاہ عالم اوّل بادشاہ ہوا تو اس نے تمام ہندوستان کی صدارت ان کو دی اور فاضل خان کا خطاب ۱۱۱۹ھ [۱۷۰۷ء] میں عنایت فرمایا۔ اسی سنہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ سلم العلوم اور مسلم الثبوت اور رسالہ جوہر فرد ان کی تصنیفات میں ہیں۔ (۲۸)

۲۹- حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی

اوّل انھوں نے کلامِ الٰہی حفظ کیا، پھر معقول و منقول کامل استادوں سے حاصل کیا۔ ان کی تصنیفات میں سے مفسر اصول فقہ میں اور اُس کی شرح محکم الاصول ہے۔ تفسیرِ بیضاوی اور عضدی، تلویح اور حاشیہ قدیمہ، شرح مواقف اور حکمتہ العین اور شرح عقائدِ علّامہ دوانی اور رشیدیہ پر حواشی ہیں۔ میر باقر داماد استر آبادی اور ملا محمود جون پوری میں مسئلہ حدوث دہری [کذا] پر

محاکمہ کیا ہے یہ عالم گیر کی طرف سے صدارتِ لکھنؤ پر ممتاز تھے اور قاضی محب اللہ بہاری سے اکثر ان کے مباحثِ علمیہ رہتے تھے۔ ۱۱۳۳ھ [۲۱-۱۷۲۰ء] کو بنارس میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۲۹)

۳۰- شیخ غلام نقش بند ابن شیخ عطا اللہ لکھنؤی

ابتدا میں یہ میر محمد شفیع دہلوی سے پڑھتے رہے پھر شیخ پیر محمد لکھنؤی سے فاتحہ الفراغ پڑھی۔ شیخ پیر محمد کے مرنے کے بعد ان کو میر محمد شفیع نے شیخ پیر محمد کے سجادہ [سجادے] پر بٹھایا اور مبارک باد دی، جو علما اور روٴسا تھے، انھوں نے بھی مبارک باد کہی۔ اُن کے سجادہ نشین ہو کر تعلیم میں مشغول ہوئے۔ اکثر علمائے ہند کا سلسلۂ تلمذ انھی کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ شاہ عالم نے بھی ان سے ملاقات کی اور نہایت تعظیم سے پیش آیا۔ یہ آخر رجب ۱۱۲۶ھ [اگست ۱۷۱۴ء] میں انتقال کر گئے اور لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ ان کی مصنفات یہ ہیں: تفسیر ربع قرآن اور تفسیر بعض سورتوں کی اور فرقان الانوار اور لامعہ عرشیہ وحدت وجود کے مسئلہ [مسئلے] میں اور شرح قصید خزرجیہ عروض میں۔ (۳۰)

۳۱- شیخ احمد معروف بہ مُلّا جیون صدیقی امیتی [امیٹھی]

انھوں نے علمائے پورب سے علم حاصل کیا اور ملا لطف اللہ کوری سے کتبِ درسیہ تمام کیں۔ پھر عالم گیر کے پاس پہنچے، اُس نے ان کی بہت توقیر کی اور انھی سے پڑھنا شروع کیا۔ شاہِ عالم وغیرہ بھی ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ یہ حافظِ قرآن بھی تھے۔ حافظہ ایسا قوی رکھتے تھے کہ ورق کے ورق اور صفحہ کے صفحہ کتبِ درسیہ کے حفظ

یاد تھے اور بڑے بڑے قصیدے ایک دفعہ سُننے سے یاد کر لیتے تھے۔ ۱۱۳۰ھ [۱۷۱۸ء] کو دلی میں وفات پائی اور امیتی [امیٹھی] میں جا کر مدفون ہوئے۔ تفسیرِ احمدی کہ جواُن آیات کی تفسیر ہے جن سے مسائلِ فقیہہ مستنبط ہوتے ہیں اور نـــور الانـــوار شرح منار اصول فقہ میں ان کی تصنیفات سے ہیں۔ (۳۱)

۳۲۔ سید عبدالجلیل ابن سید احمد حسینی واسطی بلگرامی

ان کا مولد بلگرام ہے۔ ۱۰۷۱ھ [۱۶۶۱ء] میں تیرھویں شوال کو یہ عالمِ بے نظیر پیدا ہوا۔ بچپن سے گزر کر سنِ شعور کو پہنچا تو تحصیلِ علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اکثر علمائے کاملین سے کتب درسیہ کو تمام کیا۔ حدیث سید مبارک بلگرامی سے پڑھی۔ طریقہ میں غلام نقش بند لکھنوی کے مرید ہوئے۔ یہ علم ادب میں خوب دخل رکھتے تھے اور عربی، فارسی، ترکی، ہندی، چاروں زبانوں میں خوب گفت گو کرتے تھے۔ ہر ہر شعر پر مضمون کہتے تھے۔ انھوں نے تلاشِ معاش میں دکن کا سفر کیا آخرکار عالم گیر سے ۱۱۱۲ھ [۱-۱۷۰۰ء] میں گجرات کی بخشی گری اور وقائع نگاری لی۔ پھر ۱۱۱۶ھ [۵-۱۷۰۴ء] میں شہر بھکر اور سیوستان کی بخشی گری اور سوانح نگاری ملی۔ پھر ۱۱۲۶ھ میں یہاں سے شاہ جہاں آباد چلے آئے یہاں بھی فرخ سیَر کی خدمت میں رہنے لگے۔ پھر استعفا دے کر ۱۱۳۲ھ [۲۰-۱۷۱۹ء] میں شاہ جہاں آباد سے بلگرام چلے آئے پھر دوبارہ ۱۱۳۴ھ [۲۲-۱۷۲۱ء] میں شاہ جہاں آباد گئے اور تیسویں ربیع الاوّل ۱۱۳۸ھ [۲۸ نومبر ۱۷۲۵ء] کو وہیں انتقال کیا۔ جنازہ [میّت] بلگرام لے جا کر دفن کیا گیا۔ (۳۲)

۳۴۳۔ سید علی بن سید احمد بن سید معصوم دشتکی شیرازی

یہ بڑے مشہور ادبا، شعرا اور کاملین علما و فضلا میں سے ہیں۔ شیراز میں مدرسۂ منصوریہ ان کے دادا میر غیاث الدین منصور کی طرف منسوب ہے۔ کہتے ہیں کہ جب شاہ عباس ثانی صفوی کی بہن نے زیارتِ حرمین شریفین کا ارادہ کیا، شاہ عباس نے سید معصوم کو اپنی بہن کے ساتھ مناسکِ حج سکھانے کے لیے روانہ کیا۔ جب کہ تعلیم و پردے میں مشکل معلوم ہوئی تو بیگم نے سید معصوم سے کفو میں جان کر، نکاح کر لیا۔ جب زیارتِ حرمین سے مشرف ہو چکے تو بہ خیالِ ناراضی شاہ عباس وطن جانا مناسب نہ سمجھا اور مکہ معظّمہ میں سکونت اختیار کی۔ یہیں پر سید احمد اسی بیگم سے پیدا ہوئے جو علومِ مروجہ حاصل کر کے مدارجِ کمال کو پہنچے۔ میر محمد سعید جو ہندوستان کی تاریخ میں میر جملہ کے نام سے مشہور ہیں، ابتدا میں قطب شاہ عبداللہ بادشاہ گولکنڈہ کی سرکار میں وزیر تھے۔ ان کی دو لڑکیاں تھیں۔ ان کا نکاح کرنے کے لیے سید احمد اور سید سلطان کو وہ بھی ساداتِ مکہ سے تھے، بہت سامان بھیج کر بلایا۔ قطب شاہ کے بھی فقط دو بیٹیاں ہی تھیں، اس نے کہا کہ ان سے تو میں اپنی لڑکیوں کی شادی کروں گا۔ میر جملہ نے جب یہ دیکھا تو ناراض ہو کر عالم گیر کے پاس چلا گیا اور قطب شاہ نے اپنی ایک بیٹی سید احمد سے بیاہ دی۔ سید احمد اور سید سلطان میں کچھ رنجش تھی۔ سید احمد اور ان کی بیوی کو یہ منظور نہ تھا کہ دوسری بیٹی سید سلطان سے بیاہی جائے۔ جب قطب شاہ نے دوسری لڑکی کی شادی کا سامان مہیا کیا اور تاریخِ نکاح مقرر ہو گئی تو سید احمد نے کہلا بھیجا کہ اگر تم نے سید سلطان سے دوسری لڑکی کی شادی کی تو میں عالم گیر کے

پاس چل دوں گا اور تمھارے اوپر آفت لاؤں گا۔ یہ بات سن کر قطب شاہ حیران رہ گیا اور بعد مشورہ اراکینِ دولت ابوالحسن سے دوسری بیٹی کی شادی کر دی۔ سید سلطان حمام میں تبدیلِ لباس کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب یہ حال اُن کو معلوم ہوا تو تمام شادی کے کپڑے جلا دیے اور عالم گیر کے پاس چلے گئے۔ سید احمد کے قطب شاہ کی بیٹی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ مکہ میں جو، ان کی پہلی بیوی تھیں اُن سے مدینہ منورہ میں ہفتہ کے دن پندرھویں جمادی الاوّل ۱۰۵۲ھ کو سید علی پیدا ہوئے اور مکہ معظمہ سے ہفتہ کی شب چھٹی شعبان ۱۰۶۶ھ کو دکن کی طرف چلے۔ جمعہ کے دن ۲۲ ربیع الاوّل ۱۰۶۸ھ [۲۸ دسمبر ۱۶۵۷ء] کو گول کنڈہ پہنچے۔ جب قطب شاہ کے مرنے کے بعد ابوالحسن بادشاہ ہوا اور اُس نے سید احمد کی اولاد کو قتل کرنا شروع کیا تو سید علی اُس کی قید سے نکل کر عالم گیر کے پاس چلے گئے۔ عالم گیر نے ان کو ہزاری اور پان صدی کا منصب اور تین سو سوار دو اسپہ [اسپ] عنایت کیے اور سید علی خاں کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ جب عالم گیر احمد نگر گیا تو یہ اورنگ آباد کی حفاظت میں مدت تک رہے۔ پھر قلعہ ماہور کی حکومت حاصل کی، وہاں سے استعفا دے کر دیوانی برہان پور کی لی۔ ایک مدت تک یہاں رہے۔ آخر عالم گیر سے مرخص ہو کر عتباتِ عالیات کی زیارات سے مشرف ہوئے اور شیراز پہنچ کر مدرسۂ منصوریہ میں درس دینے لگے۔ وہیں ۱۱۱۷ھ [۶-۱۷۰۵ء] میں واصل بحق ہوئے۔ انوار الربیع فی انواع البدیع اور سلافتہ العصر [فی محاسن اھل العصر] اور شرح صحیفة الکاملہ [لسید الساجدین] ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ (۳۳)

۳۴- سید محمد ابن سید عبدالجلیل بلگرامی

یہ ۱۱۰۱ھ چودھویں ربیع الاوّل کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ادب انھوں نے اپنے والد سے حاصل کیا اور علوم میں سید طفیل محمد کے شاگرد تھے۔ فرخ سیَر نے ان کو ان کے باپ کی جگہ بھکر اور سیوستان کی بخشی گری اور سوانح نگاری عطا کی۔ ۱۱۴۳ھ [۳۱-۱۷۳۰ء] میں وہاں سے بلگرام رخصت پر گئے اور ۱۱۴۵ھ [۳۳-۱۱۳۲ء] میں پھر بھکر اور سیوستان چلے آئے۔ جب نادر شاہ ہندوستان کی طرف آیا اور سندھ پر قابض ہو گیا تو یہ بلگرام چلے گئے اور ۱۱۸۵ھ [۱۲ر نومبر ۱۷۷۱ء] آٹھویں شعبان کو بلگرام میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۳۴)

۳۵- سید سعد اللہ سلونی

مولد ان کا موضع سلون ہے۔ شیخ پیر محمد سلونی کے پوتے ہیں۔ صغر سنی میں یہ تحصیلِ علم میں مشغول ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں میں فراغت حاصل کی۔ پھر تالیف و تصنیف میں مشغول ہوئے۔ انھوں نے اپنے باپ سے طریقۂ شطاریہ اختیار کیا، جس کا سلسلہ شیخ محمد غوث سے ملتا ہے۔ یہ زیارتِ حرمین شریفین کے لیے گئے اور ایک مدت تک وہاں رہے۔ شیخ عبداللہ بصری مکّی صاحب ضیاء الساری شرح صحیح بخاری نے ان سے طریقہ اختیار کیا اور لوگوں نے بھی ان کی شاگردی اور اخذِ طریقہ کیا۔ حرمین سے جب لوٹے تو بندر سرہ میں رہنے لگے اور مرجعِ انام بنے۔ ستائیسویں جمادی الاوّل ۱۱۳۸ھ [۳۱ جنوری ۱۷۲۶ء] میں وہیں انتقال کر گئے اور سرہ میں مدفون ہوئے۔ (۳۵)

۳۶۔سید طفیل محمد بن سید شکر اللہ بلگرامی

یہ ساتویں ذی الحجہ ۱۰۷۳ھ [۱۶۶۲، ۶۳ء] کو اترولی میں پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں ہی اپنے چچا سید احسن اللہ کے ساتھ شاہ جہاں آباد آ کر تحصیلِ علم کرنے لگے۔ابتدائے تحصیل میں شرح جامی تک اپنے چچا سے پڑھتے رہے۔ پندرہ برس کی عمر میں تحصیلِ علم کے لیے بلگرام آئے۔چھوٹی چھوٹی کتبِ درسیہ سید مربی بلگرامی اور سید سعد اللہ بلگرامی سے اور متوسطات علامہ بزودی، قاضی علیم اللہ بجندوی وغیرہ سے اور انتہا کی کتابیں سید قطب الدین شمس آبادی سے پڑھیں۔ تحصیل سے فراغت حاصل کر کے بلگرام کا رہنا اختیار کیا اور ستر برس تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔انھوں نے اول ہی عمر سے دنیا کو ترک کر دیا تھا بلکہ دنیا سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ تجرد پسند تھے کبھی کوئی مکان نہیں بنایا۔ان کے والد نے ان سے کہا کہ تم شادی کر لو کہ میری نسل اور نام باقی رہے۔انھوں نے جواب دیا کہ جو لوگ مر گئے انھوں نے بھی بقائے نام کے لیے نکاح کیے مگر کسی کا نام اب باقی نہیں۔ مجھ کو اس امر کی طرف رغبت نہیں۔ والد بھی یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ یہ ۱۱۵۱ھ چودھویں ذی الحجہ [۲۴ مارچ ۱۷۳۹ء] کو بلگرام میں انتقال کر گئے اور سید عبد الجلیل کے پاس مدفون ہوئے۔(۳۶)

۳۷۔شیخ نور الدین ابن شیخ محمد صالح احمد آبادی

یہ بڑے عالم جلیل القدر تھے۔ ملا احمد سلیمانی احمد آبادی اور ملا فرید الدین احمد آبادی سے علم حاصل کیا۔۱۱۴۰ھ [۲۸-۱۷۲۷ء] میں یہ زیارتِ حرمین شریفین کو گئے اور ایک برس میں لوٹ کر آئے اور محبوب عالم احمد آبادی سے طریقہ لیا اور احمد آباد

میں مدرسہ بنا کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ان کی چھوٹی بڑی تصنیفات ڈیڑھ سو سے زیادہ ہیں۔ بعض اُن میں یہ ہیں: تفسیرِ مختصر، تفسیرِ ربانی، للسبع المثانی، بارہ ہزار بیت اور بیت سے مراد باون حرف ہیں اور تفسیر ربانی سورۂ بقر پر۔ تیس ہزار بیت حاشیہ اوّل تفسیرِ بیضاوی پر۔ نور القاری شرح صحیح بخاری، حاشیہ قویمہ حاشیہ قدیمہ پر، حاشیہ شرح مواقف، حل المعاقد لحاشیته شرح المقاصد، حاشیہ شرح مطالع، حاشیہ تلویح، حاشیہ عضدی، معول حاشیہ مطول، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ شرح مُلا جامی، حاشیہ منہل، حاشیۂ شمسیہ، شرح تہذیب المنطق، الطریق الامم شرح مخصوص الحکم۔ یہ احمد آباد میں ۱۰۷۴ھ [۶۴-۱۶۶۳ء] میں پیدا ہوئے اور ۱۱۵۵ھ انتیسویں شعبان [۲۸/ اکتوبر ۱۷۴۲ء] کو انتقال کیا۔ "اعظم الاقطاب" تاریخِ وفات ہوئی۔ (۳۷)

۳۸۔ مُلا نظام الدین ابن مُلا قطب الدین شہید سہالوی

اوّل اوّل انھوں نے کتبِ درسیہ مختلف علما سے پڑھیں، پھر شیخ غلام نقش بند لکھنوی سے اعلا درجہ [درجے] کی کتابیں پڑھ کر تحصیلِ [علوم] سے فارغ ہوئے۔ تمام عمر اپنی درس و تدریس میں صرف کی۔ یہاں تک کہ رئیس علمائے پورب ہوئے۔ شیخ عبدالرزاق باسوی [بانسوی] سے طریقۂ سلوک اختیار کیا۔ یہ نویں جمادی الاوّل ۱۱۶۱ھ [۷ مئی ۱۷۴۸ء] میں فوت ہوئے ان کی بعض تالیفات سے یہ ہیں۔ حاشیہ صدرا، شرح مسلم الثبوت اصول فقہ میں۔ (۳۸)

۳۹- شیخ محمد حیات سندھی مدنی

ملک سندھ میں ایک قوم چاچرا [چاچڑ] کہلاتی ہے۔ شیخ اسی میں سے تھے۔ بچپن کی تعلیم کے بعد کمالِ شباب میں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے گئے۔ زیارات سے مشرف ہوکر مدینہ منورہ کو وطن بنایا اور شیخ ابوالحسن سندھی سے جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے، پڑھنا شروع کیا۔ شیخ عبداللہ سالم بصری سے خطا بصری [کذا] میں اجازہ حاصل کیا اور تمام عمر حدیثِ محمدی کے درس میں مشغول رہے۔ عرب و عجم کے بہت سے لوگوں نے ان سے فائدہ عظیم اٹھایا۔ یہ مسجدِ معلاً میں نمازِ صبح کے بعد وعظ بھی کیا کرتے تھے۔ چھبیسویں صفر ۱۱۶۳ھ [۴ فروری ۱۷۵۰ء] کو انھوں نے انتقال کیا اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ (۳۹)

۴۰- شیخ عبداللہ ابن شیخ سالم بصری مکی

یہ ۱۰۴۹ھ میں چوتھی شعبان کو پیدا ہوئے۔ سنِ شعور کو پہنچ کو مولانا ضیاء الدین، شیخ محمد بابلی، شیخ عیسیٰ مغربی اور قاضی تاج الدین مالکی سے علم حاصل کیا۔ ان کے کمال کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ مکہ معظمہ مین ریاستِ تعلیم انھی کو حاصل ہوئی۔ انھوں نے خاص خانہ کعبہ میں دو مرتبہ صحیح بخاری پڑھائی۔ ایک مرتبہ جب کہ احمد بیگ عمارت خانہ کعبہ ۱۰۰۹ھ [۱۱۰۹ھ] میں بنواتے تھے۔ دوسری مرتبہ جب کہ عوض بیگ ایک دروازہ نیا بنواتے تھے۔ انھوں نے ۱۱۴۳ھ میں چوتھی رجب [۱۳ جنوری ۱۷۳۱ء] کو انتقال کیا اور معلیٰ میں مدفون ہوئے، ضیاء الساری شرح صحیح بخاری ناتمام ان کی تصنیف باقی ہے۔ (۴۰)

۴۱۔ سید محمد یوسف ابن سید محمد اشرف بلگرامی

یہ اکیسویں شوال ۱۱۱۶ھ [۱۶ فروری ۱۷۰۵ء] میں پیر کے دن بلگرام میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے کتب درسیہ سید طفیل محمد اترولوی سے لغت اور سیر نبویہ اپنے دادا سید عبدالجلیل بلگرامی سے، عروض اور قوانی اور کچھ ادب سید محمد بلگرامی سے حاصل کیا۔ یہ اور سید غلام علی آزاد، ہم عصر اور ہم سبق تھے۔ خدا کی شان ہے کہ ایک خاک سے دو پھول کھلیں اور اس طرح مہک پھیلائیں، یہ بات آج میسر نہیں۔ انھوں نے ریاضی ہندسہ وغیرہ بھی بعض علمائے شاہ جہان آباد سے حاصل کیا تھا۔ سید لطف اللہ بلگرامی کی انھوں نے بیعت کی تھی ان سے ہی طریقۂ قادریہ اختیار کیا تھا۔ انھوں نے ۱۱۷۲ھ [۱۷۵۹ء] میں جمعرات کے دن دوسری جمادی الاخریٰ [۳۱ جنوری] کو وفات پائی اور اپنے دادا عبدالجلیل کے پاس بلگرام میں مدفون ہوئے۔ کتاب فرع النابت من الاصل الثابت توحیدِ شہودی میں ان کی تصنیف ہے۔ (۴۱)

۴۲۔ سیّد قمر الدین حسینی اورنگ آبادی

ان کے اسلاف میں سے سیّد ظہیر الدین ملک خجند سے ہندوستان چلے آئے تھے۔ یہاں آ کر امن آباد میں سکونت اختیار کی تھی۔ ان کے پوتے سید محمد امن آباد سے دکن چلے گئے۔ ان کے بیٹے سیّد عنایت اللہ نے بالاپور میں سکونت اختیار کی۔ یہ ۱۱۱۷ھ میں انتقال کر گئے۔ سیّد قمر الدین ان کے پوتے اور سید منیب اللہ کے بیٹے ہیں۔ انھوں نے علومِ عقلیہ اور نقلیہ کو کمال پر پہنچایا۔ قرآن شریف حفظ کیا اور اپنے والد سے نقش بندیہ طریقہ اختیار کیا۔ پھر فقرا اور صلحا کے شوقِ زیارت میں اورنگ آباد

آئے پھر آٹھویں شوال کو ۱۱۵۵ھ میں اورنگ آباد سے شاہ جہان آباد آ گئے۔ ۱۱۵۷ھ میں شاہ جہان آباد سے سرہند پہنچے۔ مجدد [الف] ثانی کی قبر سے برکت حاصل کی، پھر لاہور گئے، پھر اسی برس لاہور سے شاہ جہان آباد لوٹ آئے۔ کچھ روز یہاں قیام کیا۔ اٹھارھویں ذی الحجہ کو سنہ مذکور میں شاہ جہان آباد سے دکن کو چل دیے۔ ۱۱۵۸ھ [۱۷۴۵ء] میں شروع ربیع الاوّل کو بالاپور پہنچے۔ یہاں سے پھر اورنگ آباد چلے گئے۔ ۱۱۷۴ھ [۱۷۶۰ء] میں بیسویں جمادی الاوّل [۲۸ دسمبر] کو اورنگ آباد سے زیارتِ حرمین شریفین کے ارادے [سے] بمبئی گئے۔ یہاں سوا اپنے دو بیٹوں میر نور الہدیٰ اور میر العلیٰ کے اور سب متعلقین کو چھوڑ کر بندر سرہ میں پہنچ کر جہاز پر سوار ہو گئے اور سترھویں ذیقعد سنہ مذکور [۲۰ جون ۱۷۶۱ء] کو مدینہ منورہ پہنچ کر زیارتِ نبوی سے سرفراز ہوئے۔ یہاں کے علما وغیرہ نے ان کی بہت عزت کی۔ بائیسویں ماہِ مذکور [۲۵ جون] کو یہاں سے مکّہ معظمہ کی طرف چلے اور چوتھی ذی الحجہ [۷ جولائی] کو وہاں پہنچ گئے۔ حج و عمرہ ادا کیا۔ چوبیسویں [۲۷ جولائی] کو مکہ معظّمہ سے چلے اور گیارھویں محرم [۱۱۷۵ھ/۱۲ اگست ۱۷۶۱ء] کو جہاز پر سوار ہو کر بمبئی کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے جہاز ران نے غلطی کی اور جہاز سراندیپ جا پہنچا۔ وہاں سے آخر جمادی الاخریٰ ۱۱۷۵ھ [جنوری ۱۷۶۲ء] کو بمبئی میں پہنچا کہ جہاں پر یہ اہل وعیال چھوڑ گئے تھے۔ ان کو ہمراہ لے کر سنہ مذکور میں تیئیسویں شعبان کو اورنگ آباد میں پہنچے۔

یہ ۱۱۲۳ھ [۱۲-۱۷۱۱ء] میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۱۹۳ھ [۱۷۷۹ء] میں دوسری ربیع الاوّل [۲۱ مارچ] کو انتقال کیا اور اورنگ آباد میں مدفون ہوئے۔ "موت العلماء ثلمتہ" تاریخ وفات ہوئی۔ مظہر النور مسئلۂ وجود میں ان کی کتاب لاثانی

ہے۔(۴۲)

۴۳-میر نورالہدیٰ ابن سیّد قمرالدین اورنگ آبادی

یہ ۱۱۵۳ھ [۱۷۴۰ء] میں سترھویں ربیع الاوّل کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے کسبِ علوم کیا۔ طریقہ نقش بندیہ بھی اُنھی سے لیا۔ یہ سولہ برس کی عمر میں فاضلِ اجلّ ہو گئے تھے اس پر قرآن بھی انھوں نے حفظ کیا تھا۔ اپنے والد کے ساتھ حج و زیارت بھی کر آئے تھے۔ آخر عمر اورنگ آباد میں پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اپنے والد کی کتاب مظہر النور پر انھوں نے شرح لکھی ہے۔(۴۳)

۴۴-سید غلام علی آزاد ابن سید نوح بلگرامی

یہ بلگرام میں ۱۱۱۶ھ [۵-۱۷۰۴ء] پچیسویں صفر کو پیدا ہوئے۔ انھوں نے کتبِ درسیہ سید طفیل محمد بلگرامی سے لغت اور سیر محمد یہ سیّد عبدالجلیل بلگرامی سے عروض وقوافی اور کچھ علمِ ادب سید محمد بلگرامی سے پڑھا۔ سلسلہ سلوک میں سید لطف اللہ بلگرامی سے بیعت کی۔ ۱۱۵۰ھ میں تیسری رجب کو زیارتِ حرمین شریفین کا قصد کیا۔ پہلے مکہ معظّمہ پہنچے وہاں ایک دن رہ کر مدینہ منورہ کا قصد کیا اور پندرھویں صفر کو زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہیں پر شیخ محمد حیات سندھی سے صحیح بخاری پڑھی۔ صحاحِ ستہ کا اجازہ حاصل کیا پھر مدینہ منوّرہ سے چودھویں شوال کو مکہ معظّمہ کا حج کے لیے ارادہ کیا۔ حج کر کے آخر ربیع الآخر [جولائی] کو ۱۱۵۲ھ [۱۷۳۹ء] میں ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ماہ جمادی الاوّل کی اُنتیسویں [۳ ستمبر] کو بندر سرہ میں پہنچے۔ یہاں پانچ مہینے رہ کر گیارھویں ذیقعد کو یہاں سے اورنگ آباد کی طرف چل کر

ستائیسویں کو وہاں پہنچے۔ یہاں شاہ مسافر عجدوانی کریہ میں سات برس تک مقیم رہے۔ ۱۱۵۹ھ [۱۷۴۶ء] میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ ابن نواب نظام الملک آصف جاہ سے ان کی موافقت ہوگئی۔ اس کے نزدیک جواُن کا مرتبہ تھا وہ کسی شخص کا نہ تھا۔ کسی وقت بھی ان کو جدا نہ ہونے دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۱۶۴ھ [۱۷۵۰-۵۱] میں مارا گیا لیکن انھوں نے اپنی حالتِ فقر کو بدلنا نہ چاہا اور نظام الدولہ سے کوئی عہدہ نہ طلب کیا۔ اگر چاہتے تو ہر ایک عہدہ مل سکتا تھا۔ ضوء الدراری شرح صحیح بخاری آخر کتاب زکوٰۃ تک اور تسلیہ الفواد اور دو دیوان اور سبحہ المرجان فی آثارِ ہندوستان ان کی عربی تصنیفات میں یدِ بیضاء سروِ آزاد اور خزانۂ عامرہ یہ تینوں تذکرہ علمائے توران وایران وہندوستان میں تذکرۃ الاولیا اور مآثر الکرام، تاریخِ بلگرام فارسی تصنیفات ہیں۔ (۴۴)

☆☆☆

حواشی و تعلیقات

(۱) مسعود بن سعد بن سلمان کی تاریخِ پیدائش ۴۳۸ھ/ ۱۰۴۶ء ہے۔ مختلف تذکرہ نویسوں نے ہمدان اور جرجان کو ان کا مولد ٹھہرایا ہے جو درست نہیں کیوں کہ وہ خود کو لاہور کا ''فرزندِ عزیز'' کہتے اور اشعار میں بھی لاہور کو اپنا مولد قرار دیتے ہیں؛ ایک شعر ملاحظہ ہو:

مولدم لاہور و از لاہور دُور
ویمک [و یحک] اے لاہور بے تو کے سرور

مسعود نے دورانِ قید سلطان ابراہیم کے کئی قصیدے لکھے؛ آخر سلطان کے ایک مقرب عمید الملک کی سفارش پر ان کو رہائی ملی۔ ۵۱۵ھ/۱۱۲۱ء کو راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

آبِ کوثر: ص۷۲-۷۳

آثار الشعرا: ص۴۰۱-۴۰۲

پنجابی زبان وادب کی تاریخ: ص۶۱

تاریخِ ادبِ اُردو (جلد اوّل): ص۲۳-۲۴

تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وھند [اُردو ادب: جلد اول]: ص۱۲۷-۱۲۹

تذکرہ علماے ھند: ص۴۲۲

خزانۂ عامرہ: ص۱۴-۲۱

ریاض العارفین (جلد دوم): ص۲۰۱

مآثر لاہور: ص۲۴۶-۲۸۵

مخزن الغرائب (جلد چہارم): ص۸۳۶

منتخب التواریخ: ص۴۸-۴۹

نقوش (لاہور نمبر؛ جلد دوم): ص۸۶۱-۸۶۳

(۴) صغان، چغان کا معرّب ہے۔ چغان ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ مولانا حسن صغانی فقیہِ کامل، محدثِ عامل، عالمِ ربانی اور واقفِ احکام ومعانی تھے۔ مولوی خرم علی بلہوری نے مشارق الانوار کے ترجمے میں چغان کو ان کا مولد ٹھہرایا ہے۔ میرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، خلیق احمد نظامی، سیّد ہاشمی فرید آبادی اور ضیا احمد بدایونی نے بدایوں کو ان کا مولد ومسکن قرار دیا ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے رضی الدین حسن صغانی اور رضی الدین حسن بدایونی کو دو الگ الگ شخصیات ٹھہرایا ہے۔ آپ کا لقب رضی الدین اور ابوالفضائل کنیت تھی۔ غیر معمولی حافظہ رکھتے تھے۔ بچپن میں ابوعبد القاسم بن السلام کی غرائب زبانی یاد کر کے ایک ہزار دینار حاصل کیے۔ آپ کے اساتذہ میں نظام المرغینانی، سعید بن عذاز، یاقوت حموی اور برہان الدین کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ قطب الدین ایبک نے انھیں لاہور کا قاضی بنانے کی پیش کش کی جو انھوں نے قبول نہ کی اور اعلا تعلیم کی خاطر غزنی چلے گئے۔ ہندوستان میں دو بار منصب سفارت پر متمکن رہے۔ پہلی بار عباسی خلیفہ ناصر نے صغانی کو سلطان التمش کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا، جہاں آپ بیس سال مقیم رہے۔ بعد ازاں المستنصر نے دہلی میں سفارت کے لیے صغانی کو بھیجا۔ حضرت نظام الدین بدایونی کی روایت ہے کہ وہ کول کے نائب مشرف بھی رہے۔ آپ کی دیگر تصانیف میں: تبیین الموضوعات، عقلة العجلان، مختصر الوفیات، زبدة المناسك، درجات العلم والعلماء، کتاب التکمله، مجمع البحرین، نوادر، اسما الفاره، کتاب الضعفاء والمتروکین، کشف الحجاب من احادیث الشهاب، اسماء الاسد اور اسماء الذئب شامل ہیں۔ **باقیات الصالحات** میں **طبقاتِ حسّامیه** کے حوالے سے لکھا ہے: **مشارق الانوار** دو ہیں۔ ایک مولانا رضی الدین صغانی بدایونی کی جو کم یاب ہے اور دوسری امام رضی الدین حسن بن محمد الصغانی کی،

جنھوں نے ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔ مولانا رضی الدین صغانی بدایونی نے ۲۲/جمادی الاوّل ۶۱۹ھ کو بدایوں میں وفات پائی اور بدایوں میں اندرونِ شہر مُنڈی مسجد کے احاطے میں جانب شرق آسودۂ خاک ہیں؛ مزار پختہ ہے۔ فوائد الفواد میں ہے: ''اواز بداؤں بود۔'' امام حسن بن محمد الصغانی کا سالِ وصال ''محدث زیب فصحا'' سے برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

آثارِ خیر: ص ۵۹-۶۰

تاریخ مشائخ چشت: ص ۱۴۳

تذکرۂ علماے ہند: ص ۱۵۸-۱۵۹

ثمرات القدس: ص ۶۴۳-۶۴۵

حدائقِ حنفیہ: ص ۲۵۳-۲۵۵

طبقات الاولیا فی مدینۃ الاولیا مع شرح باقیات الصالحات (خطی): ص ۲۵

علمِ حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۲۵۷-۲۶۹

فوایدالفواد: ص ۱۰۳

فکر ونظر [اسلام آباد، سہ ماہی، جلد ۳۴، شمارہ ۳]:

مآثر الکرام: ص ۱۶۳-۱۶۴

مآثر لاہور: ص ۲۹۷-۳۰۳

مردانِ خدا: ص ۹۶-۹۹

معارف [اعظم گڑھ: ماہ نامہ، جنوری تا ستمبر ۱۹۵۹ء، جون ۱۹۶۸ء]:

نزھتہ الخواطر (جلد اوّل): ص ۱۷۳

(۳) مولانا شمس الدین یحیٰ اودھی حضور نظام الدین اولیاؒ کے خلفا میں بلند درجہ رکھتے

تھے۔ اودھ میں ۱۲۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ فرید الدین شافعی اور ظہیر الدین بھکری کے شاگرد تھے۔ جن دنوں آپ دہلی میں ظہیر الدین بھکری کے حلقۂ درس میں تھے، مولانا صدر الدین ناوی کے ساتھ حضرت نظام الدین اولیاؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عمر بھر مجرد رہے۔ نام و نمود اور نمائش و تکلف سے عاری تھے۔ بہت کم لوگوں کو اپنا مرید کیا۔ مشارق الانوار کی شرح بھی لکھی جو نایاب ہے۔ شیخ نصیر الدینؒ چراغ دہلی نے آپ کی مدح میں قصیدہ کہا جس کا ایک شعر درج ذیل ہے:

سالت العلم من احیاک حقاً

فقال العلم شمس الدین یحییٰ

۷۴۷ھ/ ۱۳۴۶ء کو دہلی میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ مولانا محمد حسین آزاد کا یہ کہنا درست نہیں کہ شیخ کی وفات کے چند سال بعد وفات پائی۔ شیخ کی وفات ۷۲۵ھ ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعۂ تاریخِ وصال یوں نظم کیا:

شمسِ دیں ، ماہِ اوج ، برجِ کمال

شد ز دُنیا چو در بہشتِ بریں

رحلتش ''عابدِ سخی'' آمد

_____ ۷۴۷ھ _____

ہم بہ خواں ''ماہِ بدر شمس الدیں''

_____ ۷۴۷ھ _____

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۲۱۱-۲۱

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ: گلزارِ ابرار]: ص ۱۰۸-۱۰۹

تاریخ مشائخ چشت: ص ۱۷۷-۱۷۸

تذکرۂ اولیاے ھند (جلد اوّل): ص۱۱۱-۱۱۲

تذکرۂ علماے ھند: ص۲۱۴-۲۱۵

حدائق الحنفیہ: ص۲۸۴-۲۸۵

حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاسرار: ص۹۳

خزینۃ الاصفیا: ص۳۳۵

دلی کے آثارِ قدیمہ: ص۱۳۸

ذکر جمیع اولیای دھلی: ص۵۰

سیر الاولیا: ص۲۳۳-۲۳۶

کلمات الصادقین: ص۷۶-۸۰

مآثر الکرام [دفتر اوّل]: ص۱۸۲-۱۸۳

مراۃ الاسرار (خطی): ص۳۲۲-۳۲۳

مزاراتِ اولیاے دھلی (حصہ اول): ص۳۲-۳۳

معارج الولایت (خطی): برگ: ۱۲۸ الف ب

نظامی بنسری: ص۳۸۳-۳۸۶

(۴) مولف گلزارِ ابرار نے لکھا ہے کہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے میں خواجہ معین الاولیا غزنی سے لاہور اور لاہور سے دہلی تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں ایک بت خانے میں سات آدمیوں کو بتوں کی عبادت میں مصروف دیکھا۔ ان میں جو سب سے بڑا تھا اس کے ساتھ گفت گو کی۔ اس نے شیخ کا کلام سنا تو عاشقِ اسلام ہو گیا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوا۔ شیخ نے اس کا نام حمید الدین رکھا۔ اس کے باقی ساتھی بھی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے اور کہنے لگے کہ چوں کہ ہم کفر اور اسلام میں شریک ہیں۔ اس لیے ہم سب کا نام حمید الدین ہوگا۔ مولانا حمید الدین کی تاریخ

وفات ''تاجِ عصر'' سے نکلتی ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]: ص۳۷-۳۸

تذکرہ علمائے ہند: ص۲۵۰

حدائق الحنفیہ: ص۲۹۱

ذکر جمیع اولیای دھلی: ص۱۰

کلمات الصادقین: ص۱۵-۱۶

مآثر الکرام: ص۱۶۴-۱۶۵

(۵) قاضی عبدالمقتدر ۷۰۲ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاد تھے۔ عربی قصائد اور غزلیات خصوصاً قصیدہ ''معارضۂ لامیۃ لعجم'' آپ کے کمالِ فن پر دال ہے۔ مناقب چشت میں ایک کتاب مناقب الصدیقین تصنیف کی، جس میں شیخ نصیر الدین محمودؒ کے ملفوظات و مناقب جمع کیے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں مناقب الصدیقین کو ان کے ایک مرید اور ارادت مند کی تصنیف کہا ہے۔ باقی تذکرے اس کی نفی کرتے ہیں۔ ''نورِ سعادت'' سے آپ کا سالِ وصال [۷۹۱ھ] برآمد ہوتا ہے۔ درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ میں اپنے والد قاضی رکن الدین کے متصل آسودۂ خاک ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص۳۲۶-۳۲۸

تذکرۂ اولیائے کاملین [اُردو ترجمہ: روضۃ الاقطاب]: ص۱۱۱

تذکرۂ اولیائے ہند [جلد اوّل]: ص۱۳۵

تذکرۂ علمائے ہند: ص۲۸۲-۲۸۳

حدائق الحنفیہ: ص۲۹۹-۳۰۰

خزینۃ الاصفیا: ص۳۵۵

ذکر جمیع اولیای دھلی: ص۶۰

مراۃ الاسرار (خطی): ص۴۷۲-۴۷۳

معارج الولایت (خطی): برگ ۱۸۵ب

(۶) مولانا معین الدین عمرانی دہلوی بڑے فقیہ، اصولی، منقولات ومعقولات کے استاد تھے۔ مولانا خداگل جو شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے دامن گرفتہ تھے، آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا معین اوّل اوّل شیخ نصیر الدین کے مخالف تھے۔ مولانا خداگل کے ساتھ ان کے ہاں گئے اور ان کے مرید ہوگئے۔ حسامی اور مفتاح العلوم کے علاوہ کنز الدقائق کا حاشیہ بھی ان سے یادگار ہے۔ ۷۵۲ھ میں شیراز گئے۔ محمد غوثی شطاری نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے:

> ''باوجود کہ شہر شیراز علم کا گھر ہے مگر عمرانی کا علم اور دانش اس دار العلم میں بھی اپنا جلوہ دکھائے بغیر نہیں رہا۔ اور یہاں کے لوگ بھی آپ کی فیض رسانی سے متمتع ہوگئے۔''
>
> [اذکارِ ابرار: ص۶۹]

معین الدین عمرانی ۶۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ۷۹۲ھ میں انتقال کیا۔ تذکروں میں قاضی عضد کو بلوانے کا سبب یہ بیان ہوا کہ بادشاہ شرح مواقف لکھوا کر اپنے نام سے موسوم کرانا چاہتا تھا۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص۳۱۳-۳۱۴

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ: گلزارِ ابرار]: ص۶۹-۷۰

تذکرہ علماے ھند: ص۴۲۵-۴۲۶

حدائق الحنفیہ: ص۳۰۴-۳۰۵

ذکر جمیع اولیای دھلی: ص۴۹

کلمات الصادقین: ص۲٦

معارج الولایت (خطی): برگ ۱۷۸ الف

(۷) مولانا کے والد کا نام محمد تھا۔ ۷۴۹ھ میں تھانیسر میں پیدا ہوئے۔ علومِ ظاہری کی تکمیل قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی الکندی سے کی۔ حضرت شیخ نصیر الدین دہلوی کی خدمت میں برسوں رہے۔ چراغِ دہلیؒ کے مرید اور خلیفۂ اجل مولانا خواجگی کے ساتھ برادرانہ رشتہ تھا مگر دہلی کی بربادی کے وقت ان کے ساتھ دہلی سے ہجرت نہ کرنے پر مخالفت ہوگئی۔ امیر تیمور کے حملے میں اہلِ خانہ سمیت گرفتار ہوئے۔ ان کے علم و فضل کے باعث امیر تیمور نے انھیں اپنا جلیس بنالیا۔ تیمور کے شیخ الاسلام نبیرۂ مولانا برہان الدین مرغینانی سے ان کا مناظرہ ہوگیا۔ تیمور نے کہا: ''معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ صاحبِ ھدایہ کا پوتا ہے۔'' یہ سُن کر کہنے لگے: ''ہاں صاحبِ ھدایہ جابہ جا غلطیاں کرتے رہے، یہ اگر نہ کریں گے تو کون کرے گا؟'' شیخ الاسلام نے کہا ثابت کرو۔ انھوں نے شاگردوں اور بیٹوں کو اشارہ کیا کہ صاحبِ ھدایہ کی اغلاط پر تقریر شروع کرو۔ امیر تیمور نے منع کردیا۔ تیمور انھیں اپنے ساتھ سمرقند لے جانا چاہتا تھا، نہ گئے اور وہاں سے کالپی چلے گئے۔ ۸۲۰ھ میں کالپی میں انتقال ہوا اور قلعۂ کالپی میں آسودۂ خاک ہوئے۔ ''گلشنِ ہدایت'' سے سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔ احمد تھانیسری عالم ہونے کے ساتھ ساتھ باکمال شاعر بھی تھے۔ ان کے ایک عربی نعتیہ قصیدے ''دالیہ'' کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول ہے کہ اس میں مولانا نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہادیے ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص۳۱۴-۳۱۵

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ: گلزارِ ابرار]: ص۱۳۶-۱۳۷

تذکرۂ علمائے ہند: ص۱۱۵

تذکرۂ مشائخِ شیرازِ ہند (جون پور): ص۲۱۹-۲۲۰

حدائق الحنفیہ: ص۳۱۳

خزینۃ الاصفیا: ص۳۶۸

ذکر الاصفیامعروف بہ تکملہ سیر الاولیاء: ص۴۳

مأثر الکرام: ص۱۶۹-۱۷۰

مراۃ الاسرار (خطی): ص۳۷۱

معارج الولایت (خطی): برگ۱۸۶ب

مفتاح العارفین (خطی): برگ۲۳۷الف ب

نزھتہ الخواطر [جلد سوم، اُردو ترجمہ: ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی]: ص۳۲-۳۷

(۸) قاضی شہاب الدین کی تاریخِ پیدائش ۷۶۱ھ ہے۔ سیّد جہانگیر اشرف سمنانی نے انھیں ملک العلما کا خطاب دیا۔ اپنے علم و فضل کے باعث سلطان ابراہیم کی مجلس میں آپ چاندی کی کرسی پر جلوہ افروز ہوتے تھے۔ آپ کے نام ور شاگردوں میں شیخ محمد عیسیٰ جون پوری، مولانا صفی جون پوری اور مولانا الہ داد جون پوری کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آپ کی تصانیف میں شرحِ کافیہ، کتاب الارشاد، بدیع البیان، بحرِ مواج [اولین فارسی تفسیر]، فتاویٰ ابراھیم شاھی، اصولِ ابراھیم شاھی، شرح بزودی، مناقب السادات، در تقسیمِ علوم اور در تقسیمِ صنائع شامل ہیں۔ آپ کی تاریخِ وصال میں تذکرے متفق نہیں۔ رحمان علی اور

عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کی تاریخِ وصال ۲۵ رجب ۸۴۹ھ لکھی ہے۔ زیادہ تذکرہ نویس ۸۴۸ھ پر متفق ہیں۔ ''صدر نشینِ انجمن'' مادۂ تاریخِ وفات ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کا قطعۂ تاریخِ وصال یوں نظم کیا:

شہاب الدین چو رفت از عالمِ دہر

بجنت گشت روشن این مہِ علم

وصالش کن رقم توقیرِ اسلام

۸۴۸ھ____

دگر فرما شہاب الدین مہِ علم

۸۴۸ھ____

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص۳۹، ۹۱، ۲۹۲

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]: ص۱۴۴-۱۴۵

تاریخِ شیرازِ ہند جون پور: ص۲۰۰-۲۰۳

تذکرۂ اولیاے ہند (جلد دوم): ص۳۱

تذکرۂ علماے ہند: ص۲۱۷-۲۱۸

تذکرۂ مشائخِ شیرازِ ہند (جون پور): ص۱۹۷-۲۰۴

حدائق الحنفیہ: ص۳۱۹

خزینۃ الاصفیا: ص۳۸۱-۳۸۲

معارج الولایت (خطی): برگ ۲۹۰ الف ب

(۹) شیخ علی بن احمد بن علی مہائمی کا لقب زین الدین تھا۔ قریش کا ایک گروہ مدینہ سے اپنی جان بچا کر علاقہ کوکن میں آباد ہو گیا تھا؛ جن کی نسل نوائت [نوائط] کہلاتی

ہے، شیخ کا تعلق اسی نسل سے تھا۔ شیخ کے والد کا نام احمد پیرو ہے۔ پیرو آپ کے خاندان کا لقب ہے۔ شیخ اپنے وقت کے بڑے عالم اور عارف تھے۔ ''سخن فہم'' سے سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعۂ تاریخِ وصال یوں موزوں کیا:

شد ز دُنیا چو در بہشتِ بریں
والیِ ملکِ دیں علی ولی
گو وصالش علی عدیم المثل
ہم بخواں زبدۂ بہشت علی
______ ۸۳۵ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۳۸۷-۳۸۹

تذکرۂ علمائے ہند: ص ۳۰۳

حدائق الحنفیہ: ص ۳۱۷

خزینۃ الاصفیا: ص ۹۴۹-۹۵۰

مآثر الکرام: ص ۱۷۲-۱۷۳

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں: ص ۳۶-۴۲

(۱۰) مولانا شیخ سعد الدین خیر آبادی کے والد کا نام قاضی بڈھن ابن شیخ قدوائی امامی تھا جو خیر آباد کے قاضی ہے۔ علومِ متداولہ کی تکمیل کے بعد بیس سال مرشد گرامی شیخ مینا لکھنوی کی خدمت میں رہے۔ مرشد کے وصال کے بعد خیر آباد آ گئے۔ علمِ نحو، فقہ، اور اصول پر کئی کتابیں لکھیں۔ شرح رسالہ کلید المعروف بہ ''مجمع السلوک'' خزانۂ جلالی (ملفوظات: مخدوم جہانیاں جہاں گشت) طرز پر ہے، اس میں انھوں

نے اپنے مرشد شاہ مینا لکھنوی کے ملفوظات وحالات جمع کیے ہیں۔

۱۴۷۷ء بمطابق ۸۸۲ھ ہجری کوراہی ملک عدم ہوئے۔ اخبار الاخیار میں تاریخ پیدائش ۸۷۲ھ اور وصال ۹۹۳ھ درج ہے جو درست نہیں۔ اہم خلفا میں شیخ صفی سائی پوری، میر سید خورد زید پوری، شیخ الہدیہ خیر آبادی اور شیخ مبارک سندیلوی کے اسما شامل ہیں۔ حدائق الحنفیہ میں مادۂ تاریخ وفات ''راست کار'' دیا گیا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص۴۱۴-۴۱۵

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ: گلزارِ ابرار]: ص۲۸۳

تذکرۂ اولیاے ہند (جلد دوم): ص۳۸

تذکرۂ علماے ہند: ص۱۹۹-۲۰۰

تذکرۂ مشائخ شیرازِ ہند (جون پور): ص۲۲۱-۲۲۲

حدائق الحنفیہ: ص۳۳۶

حدیقة الاسرار فی اخبار الابرار: ص۱۰۴

خزینة الاصفیا: ص۳۹۲

معارج الولایت (خطی): برگ ۲۹۵ب

نزھة الخواطر [جلد دوم، اُردو ترجمہ: ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی]: ص۱۰۷-۱۰۸

(۱۱) مولانا عبداللہ کا وطن تلمبہ تھا جو ملتان کے مضاف میں ہے۔ مدتوں اپنے وطن میں تحصیلِ علم اور فروغِ علم میں مصروف رہے۔ سکندر لودھی کے زمانے میں دہلی پہنچے اور پھر وہیں رہنے لگے۔ اس علاقے میں علمِ معقول کو رواج دینے میں ان کو اولیت حاصل ہے۔ ان سے قبل شرحِ شمسیہ اور شرحِ صحائف کے علاوہ منطق اور کلام میں کچھ اور نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ چالیس سے زیادہ نام ور علما جیسے: میاں لادن، جمال

خان دہلوی، میاں شیخ بودے اور میاں سید جلال بدایونی ان کے دامنِ تعلیم سے وابستہ رہے۔ سلطان سکندر لودھی ان کی محفل میں خاموشی اور احترام سے آکر بیٹھ جاتا اور جب آپ فارغ ہوجاتے، سلسلۂ کلام شروع کرتا۔ مولانا کی تصانیف میں بدیع المیزان بھی شامل ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرہ علمائے ہند: ص ۲۳۶-۲۳۷

تذکرۃ المصنفین: ص ۲۶۲-۲۶۳

حدائق الحنفیہ: ۳۶۲-۳۶۳

مآثر الکرام: ص ۱۷۵-۱۷۶

منتخب التواریخ (اُردو ترجمہ: محمود احمد فاروقی): ص ۲۱۳

(۱۲) مولانا شیخ الہ داد جون پوری ۱۴۴۹ء کو جون پور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ملا عبدالمالک عادل جون پوری سے بھی تعلیم پائی۔ ایک واسطے سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگردوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ سلطان حسین شاہ شرقی ان کا بڑا قدر دان تھا۔ ھدایہ اور بیضاوی کی شرح مکمل کی تو ایک لاکھ تنگے بطور انعام ہے۔ سلطان سکندر لودھی بھی ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ سیّد راجی حامد شاہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ معروف کا نام معروف ہے۔ فرزندِ ارجمند شیخ بہکہاری جون پوری بڑے پایہ کے عالم تھے اور فرزندِ دیگر مولانا عبداللہ بھی کامل تھے۔ آپ نے کئی کتابوں کی شرحیں لکھیں جیسے: شرح کافیہ (نحو)، شرح ھدایہ (فقہ)، شرح مدارك (تفسیر)، شرح تفسیرِ بیضاوی (تفسیر) شرح بزودی اور حواشی بر حواشی ھندیہ۔ مولانا ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء میں واصل بحق ہوئے۔ ''شہنشاہِ دوراں'' آپ کا مادۂ تاریخِ وفات ہے۔ جون پور میں آسودۂ خاک

ہوئے بعض تذکروں میں ان کا مدفن بہار کے قریب سرائے الہ دین لکھا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعۂ سالِ وصال یوں کہا:

عقل سالِ انتقالِ آنجناب
گفت مصباحِ بہشت اللہ داد

مزید مطالعے کے لیے:

اخبار الاخیار: ص۴۲۰-۴۲۱

تاریخِ شیرازِ ہند جون پور: ص۶۳۰-۶۳۱

تجلّیِ نور (جلددوم): ص۳۹-۴۰

تذکرۂ اولیاے ہند (جلددوم): ص۴۴

تذکرۂ علماے ہند: ص۱۲۴

تذکرۂ مشائخ شیرازِ ہند (جون پور): ص۲۰۸-۲۱۱

حدائق الحنفیہ: ص۳۶۴-۳۶۵

خزینۃ الاصفیا: ص۴۰۴

مراۃ الاسرار (خطی): ص۴۹۴-۴۹۵

(۱۳) شیخ ۸۸۵ھ/۸۱-۱۴۸۰ء کو برہان پور میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی کا نام حسام الدین متقی تھا جو شاہ باجن چشتی برہان پوری کے مرید تھے۔ تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو برہان پور کے منصب قضاۃ پر فائز ہوئے۔ سرکاری ملازمت اختیار کرلی مگر کچھ عرصے بعد دنیا اور اسباب دنیا سے بیزار ہو کر ملازمت چھوڑ دی اور شاہ باجن کے صاحب زادے شیخ عبدالحکیم کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ انھی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ۹۴۱ھ/۱۵۳۴ء کو گجرات پر ہمایوں کے حملے کے وقت شاگردوں کی ایک جماعت کے ساتھ عازمِ حجاز ہوئے اور مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی؛ یہیں

شیخ نے ۲ رجمادی الاوّل ۹۷۵ھ/ ۱۵۶۷ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ''شیخِ مکہ''
اور ''متابعتِ نبیؐ'' سے تاریخِ وصال برآمد ہوتی ہے۔ کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱۔منهاج العمال فی سنن الاقوال والا فعال

۲۔اکمال منهاج العمال

۳۔غایة العمال

۴۔المستدرك

۵۔کنز العمال فی سنن الاقوال والا فعال

۶۔منتخب کنزالعمال

۷۔شرح شمائل النبی

۸۔البرهان فی علامة مهدی آخر الزمان

۹۔جوامع الکلم فی المواعظ و الحکم

آپ کے تلامذہ میں سے قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھی [م: ۹۵۵ھ/ ۱۵۴۸ء]، رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی [م: ۱۰۰۳ھ/۱۵۸۵ء]، شیخ عبداللہ بن سعد اللہ سندھی [م: ۹۸۴ھ/ ۱۵۷۷ء]، شیخ عبدالوہاب متقی [م: ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۲ء] اور شیخ محمد طاہر پٹنی [م: ۹۸۶ھ/ ۱۵۷۹ء] کے نام مشہور ہیں۔

شہزادہ دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیا میں ان کے والد کا نام عبدالملک اور ان کا مدفن مدینہ منورہ لکھا ہے، جو درست نہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۵۲۲-۵۴۳

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ: گلزارِ ابرار]: ص ۴۰۲-۴۰۳

تاریخِ مشائخِ چشت: ص ۲۱۲

تذ کرۂ اولیاے ھند (جلددوم):ص۶۹

تذ کرۂ علماے ھند:ص۳۰۲-۳۰۳

حدائق الحنفیه:ص۳۸۲-۳۸۳

حدیقة الاسرار فی اخبار الابرار:ص۱۱۱-۱۱۲

خزینة الاصفیا:ص۴۲۸-۴۲۸

رودِ کوثر:ص۳۵۳-۳۵۵

زادالمتقین فی سلوك طریق الیقین: شیخ عبدالحق محدث دہلوی

سفینة الاولیا:ص۲۲۷-۲۲۸

علم حدیث میں پاك و ھند کا حصه:ص۲۷۵-۲۷۹

علماءِ ھند کا شاندار ماضی (جلداوّل):ص۳۳۵-۳۴۳

مآثر الکرام:ص۱۷۶-۱۷۹

(۱۴) جمال الدین محمد بن طاہر بن علی پٹنی کا شمار ہند کے اجل محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء کو شمالی گجرات میں پٹن (نہروالا) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے گجرات میں شیخ ناگوری، استاذ زماں ملامہتہ، مولانا برہان الدین سمہوی، مولانا یداللہ سوہی اور دوسرے علما سے تعلیم حاصل کی۔ ۹۴۴ھ/۱۵۳۷ھ کو مکہ مکرمہ میں شیخ علی متقی کے حلقہ درس حدیث میں شامل ہوئے اور چھے سال تک شیخ علی متقی اور دوسرے محدثین مکہ جیسے ابن حجر الہیثمی، ابوالحسن البکری اور مفتی قطب الدین نہروالی سے کسب فیض کیا۔ ۹۵۰ھ/۱۵۴۳ء کے قریب واپس گجرات آ کر پٹن میں مدرسہ کی بنا ڈالی، بوہروں کے عقائد کی اصلاح کو انھوں نے اپنا مقصد حیات بنالیا مگر ۶ رشوال ۹۸۶ھ/دسمبر ۱۵۷۸ء کو انھی کے ہاتھوں اُجین اور سارنگ پور کے درمیان شہید ہوئے۔ ''خلیفۂ دوراں'' سے سال وفات برآمد ہوتا ہے۔ آپ کی معروف تصانیف میں المغنی فی ضبط الرجال،

تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات و الضعفا والوضاعین،اسماء الرجال اور مجمع بحار الانوار شامل ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار:ص۵۶۰

اذکارِ ابرار[اُردوترجمہ گلزارِ ابرار]:ص۳۲۲-۳۲۴

تاریخِ وھرہ(اُردوترجمہ:وھرہ ورشن):ص۳۸-۳۹،۴۴-۴۶

تذکرۂ اولیاے ھند(جلددوم):ص۷۶

تذکرۂ علماے ھند:ص۳۷۶-۳۷۸

حدائق الحنفیہ:ص۸۵-۳۸۷

خزینۃ الاصفیا:ص۴۳۳

رودِ کوثر:ص۳۹۲-۳۹۳

علم حدیث میں پاك و ھند کاحصہ:ص۱۵۳-۱۵۷

علماءِ ھند کاشاندار ماضی(جلداوّل):ص۳۴۳-۳۴۴

مأثر الکرام:ص۱۷۹-۱۸۱

(۱۵) شیخ وجیہ الدین ایک عالم،زاہد،فقیہ،محدث اور جامعِ کمالاتِ ظاہری و باطنی تھے۔آپ کی تاریخِ ولادت پر تذکروں میں اختلاف ہے۔گلزارِ ابرار میں ۹۰۲ھ،مآثر الکرام میں ۹۱۱ھ اور بعض میں ''شیخ'' کو آپ کا مادۂ سالِ ولادت قرار دیا گیا ہے جس سے ۹۱۰ھ سالِ ولادت قرار پاتا ہے۔آپ کے دادا سید بہا الدین مکی،سلطان محمود ثانی کے عہد میں عرب سے ہجرت کرکے ہند میں تشریف لائے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام شیخ نصر اللہ علوی تھا۔شیخ نے سید ابوالقاسم سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔علامہ محمد بن محمد مالکی اور شاہ عبدالملک بنیانی عباسی سے سندِ فراغ

حاصل کی۔ اللہ نے شیخ کی دعا میں بڑا اثر اور شفا رکھی تھی۔ ہر روز بے شمار مریض آپ کے آستانے پر حاضر ہوتے اور آپ کی دعا سے شفایاب ہوتے۔ سلسلۂ شطاریہ میں شاہ محمد غوث گوالیاری سے مجاز تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ایک مدرسہ بہ نام مدرسۂ عالیہ علویہ خان پور، احمد آباد میں قائم کیا، جسے آپ کی زندگی میں ہی ایک بڑے علمی مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ احمد آباد میں وصال ہوا۔ ''شیخ وجیہ الدین'' سے سالِ وفات نکلتا ہے۔ غلام سرور لاہوری نے قطعۂ تاریخِ وصال یوں نظم کیا:

شیخ عالم وجیہ دین نبی
شد چو از دہر سوئے خلد بریں
فیض حق کن رقم حفیظ بخواں
سالِ وصلش بزینت وتزئین
______________ ۹۸۰ھ

نیز داں سالِ رحلتِ آں شاہ
صاحبِ حق سخی وجیہ الدین
______________ ۹۸۰ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]: ص ۴۰۵-۴۰۹

آثارِ خیر: ص ۶۴

تذکرۂ علمائے ہند: ص ۴۵۶-۴۵۷

تذکرۂ اولیائے ہند (جلد سوم): ص ۵۸

تواریخِ آئینۂ تصوف: ص ۲۵۷

حدائق الحنفیہ: ص ۳۸۸-۳۸۹

حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دهلوی: ص ۹۷-۱۰۱

خزینۃ الاصفیا: ص ۹۷۲-۹۷۳

رودِ کوثر: ص ۳۹۳-۳۹۴

سفینۃ الاولیا: ص ۱۹۳

علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ: ص ۱۵۹

علماءِ ہند کا شاندار ماضی (جلد اوّل): ص ۳۴۴-۳۴۵

مآثر الکرام: ص ۱۸۱-۱۸۲

مشائخِ احمد آباد (جلد اول): ص ۲۷۴-۲۹۵

مفتاح العارفین (خطی): برگ ۲۲۵ الف ب

منتخب التواریخ (اُردو ترجمہ): ص ۵۸۴-۵۸۵

(۱۶) شیخ ابوالفیض فیضی، شیخ مبارک کے بڑے بیٹے اور شاگرد تھے۔ چودہ سال کی عمر میں علومِ مروجہ کی تحصیل کی۔ مختلف علوم جیسے: شعر، معما، عروض، قافیہ، تفسیر، تاریخ، لغت، طب، خط اور انشا میں بے مثال تھے۔ ابتدا میں فیضی اور بعد میں فیاضی تخلص کرتے تھے۔ رامائن اور بھاگوت گیتا کے تراجم بھی کیے۔ ان کی دیگر تصانیف میں خمسۂ فیضی، سلیمان وبلقیس، ہفت کشور، لطیفۂ فیاضی، گلدستۂ نثر ونظم، تذکرۃ الشعرا اور مثنوی نل دمن شامل ہیں۔ وہ مذہب کی پابندی کو برداشت نہ کرتے تھے۔ مُلا عبدالقادر ان کے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''نفاق، خباثت، ریاکاری، حبِ جاہ اور رعونت تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مسلمانوں سے تو اسے دلی عناد تھا۔ اصولِ دین کی اہانت کرتا رہتا تھا۔ صحابۂ کرام، متقدمین اور متاخرین اہلِ علم اور مشائخینِ زندہ یا مرحوم ہر ایک کی مذمت اور بے ادبی کرنے میں اسے باک نہیں ہوتا تھا۔

تمام علما، صلحا اور فضلا کی رات دن توہین کرتا رہتا تھا۔ اس سے تو یہودی، نصرانی اور مجوسی لاکھ درجہ بہتر تھے۔ ایسا بدعقیدہ تھا کہ تمام حرام باتوں کو شریعت کی ضد اور حلال اور فرائض کو حرام سمجھتا تھا۔''

''قاعدہ الحاد شکست''، ''بود فیضی ملحدی'' اور ''خالد فی النار'' مادہ ہائے تاریخ وفات ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]:۴۵۳-۴۵۴

آثار الشعرا:ص۳۳۹-۳۴۰

تذکرۂ علمائے ہند:ص۹۴-۹۵

ذخیرۃ الخوانین:(جلد اول)ص۶۴-۶۷

رودِ کوثر:ص۱۳۳-۱۳۵

گیارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد پنجم):ص۷۲-۷۶

مآثر الکرام:ص۱۸۴-۱۸۷

منتخب التواریخ (اُردو ترجمہ):ص۷۲۹-۷۳۵

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں:ص۵۹-۷۱

(۱۷) اصل نام سید مجد الدین بن روح اللہ حسینی ہے۔ بعض مؤرخین نے شیخ کے قصبے کا نام بَرَوج اور بعض نے بھڑوَچ درج کیا ہے۔ یہ قصبہ بہ قول آزاد بلگرامی توابعِ گجرات احمد آباد میں ہے۔ شیخ علومِ عقلیہ ونقلیہ کے ماہر تھے۔ ان کے نامور شاگردوں میں شیخ احمد شنادی، حسن قزاقی، حبیب اللہ اور عبدالعظیم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ''شمعِ نورِ سعادت'' سے آپ کا سالِ وفات نکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]: ص۵۸۶-۵۸۸

تذکرہ علمائے ھند: ص۲۲۲-۲۲۳

حدائق الحنفیہ: ص۴۰۱

رودِ کوثر: ص۳۹۴-۳۹۵

مآثر الکرام: ص۳۹-۴۱

مشائخ احمد آباد (جلد اوّل): ص۲۹۷-۲۹۸

(۱۸) حضرت مجدد الف ثانی کے جدِ اعلیٰ امام رفیع الدین نے کابل سے سہرند / سرہند میں ہجرت کی۔ حضرت مجدد صاحب کا شجرۂ نسب اٹھائیس واسطوں سے خلیفۂ ثانی حضرت عمرِ فاروقؓ سے جاملتا ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے روضۃ القیومیہ کے تعارف بہ عنوان ''افتتاحیہ'' میں ۲۹ واسطوں سے شجرہ حضرت عمر فاروق سے ملایا ہے، جب کہ پروفیسر محمد اقبال مجددی نے زید ابوالحسن فاروقی کی کتاب مقاماتِ خیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت مجدد صاحب کا نسب اٹھائیس نہیں بتیس واسطوں سے حضرت عمرِ فاروق سے ملتا ہے۔ حضرت مجدد صاحب کی تصانیف وتالیف میں مکتوباتِ امامِ ربانی کے علاوہ رسالۂ تہلیلیہ، رسالہ اثباتِ نبوت، رسالہ مبداء و معاد، رسالہ معارف لدنیہ، رسالہ مقصود الصالحین، رسالہ در مسئلۂ وحدت الوجود، رسالہ جذب وسلوک، رسالہ ردِ روافض، تعلیقات العوارف، شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ، رسالۂ آداب المریدین اور رسالہ مکاشفاتِ عینیہ شامل ہیں۔ آپ کی اولاد میں خواجہ محمد صادق [م: ۱۰۲۵ھ]، خواجہ محمد سعید [م: ۱۰۷۰ھ]، خواجہ محمد معصوم [م: ۱۰۷۹ھ] اور شاہ محمد یحییٰ [م: ۱۰۹۴ھ] شامل ہیں۔ علماءِ ھند کا شاندار ماضی میں آپ کے تین اور

بیٹوں کے نام بھی ملتے ہیں۔ محمد عیسیٰ، محمد فرخ اور محمد اشرف۔ اول الذکر آٹھ سال اور ثانی الذکر اٹھارہ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی اوّل اوّل آپ کے مخالف رہے اور آپ کے خلاف کئی مضامین لکھے، بعد ازاں صفائے باطنی ہوگئی اور آپ کے عقیدت گزاروں میں شامل ہوگئے۔ اس ضمن میں خود محدث دہلوی فرماتے ہیں:

> ''مجھ فقیر عبدالحق کو حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے جو صفائیِ باطن عنایت فرمائی ہے وہ بے حد وحساب ہے۔ حضرت شیخ نے ہمارے درمیان کوئی پردۂ بشریت وحجاب باقی نہیں رکھا۔ آپ نے طریقت، انصاف اور عقلی تمیز کو جو بزرگوں کا خاصہ ہے، اس دنیا کے اندر میرے باطن میں بہ طریقۂ ذوق، وجدان وغلبہ کے پوری طرح جاگزیں کر دیا، جس کے اظہار سے زبان قاصر ہے۔''

حضرت مجدد الف ثانی کے اہم خلفا میں شیخ حمید بنگالی، شیخ محمد نعمان، شیخ عبدالحئ، شیخ نور محمد بہاری، سید محبّ اللہ مانا پوری، شیخ طاہر بدخشی، حمید الدین احمد آبادی، شیخ آدم بنوری، بدرالدین سرہندی، شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی، عبدالغفور ثمرقندی اور خواجہ محمد ہاشم کشمی شامل ہیں۔ حضرت مجدد صاحب کے تاریخِ وصال کے حوالے سے بھی تذکرہ نویسوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حدائق الحنفیہ، حدیقۃ الاولیا اور خزینۃ الاصفیا میں ۱۰۳۵ھ کو آپ کا سالِ وفات قرار دیا گیا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال مجددی نے بیس کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ مجدد صاحب کی تاریخِ وصال ۱۰۳۵ھ نہیں بلکہ ۱۰۳۴ھ ہے۔ حضرات القدس میں کثرت سے مادہ ہائے تاریخِ وصال دیے گئے ہیں، جن سے ۱۰۳۴ھ ہی سالِ وصال نکلتا ہے۔ خزینۃ

الاصفیا میں اگرچہ آپ کی وفات کا سال ۱۰۳۵ھ درج ہے مگر جو مادہ ہائے تاریخ دیے گئے ہیں، ان سے ۱۰۳۴ھ برآمد ہوتا ہے۔ جیسے: احمد صراطِ مستقیم، فیضِ کمالِ احمد''، پیر سلطانِ الف ثانی''، شۂ جنت مقیم''۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۶۲۹-۶۳۳

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]: ص ۵۳۷-۵۴۴

الفرقان، مجدد الف ثانی نمبر:

تذکرۂ علماے ہند: ص ۱۰۳-۱۰۶

حدائق الحنفیہ: ص ۴۰۴-۴۰۶

حدیقۂ محمودیہ: [ترجمہ: روضۃ القیومیہ]: خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی

حدیقۃ الاولیا: ص ۱۱۷-۱۱۸

حضرات القدس: ص ۲۶-۲۱۹

حضرت مجدد الف ثانی: سیّد زوار حسین شاہ

حضرت مجدد الف ثانی: حالات، افکار و خدمات: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

حیاتِ مجدد اور ان کے ناقدین: شاہ ابوالحسن زید فاروقی

خزینۃ الاصفیا: ص ۵۷۵-۵۸۵

رودِ کوثر: ص ۲۲۳-۳۲۵

روضۃ القیومیہ (جلد اول: خطی): خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی

زبدۃ المقامات: محمد ہاشم کشمی

سفینۃ الاولیا (اُردو ترجمہ): ص ۲۳۳-۲۳۴

سیرتِ امامِ ربانی: ابوالبیان محمد داؤد پسروری

سیرتِ مجدد الف ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

علماءِ ہند کا شاندار ماضی [جلد اول]: ص ۱-۶

علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصہ: ص ۱۲۵-۱۲۶

عمدۃ المقامات: حاجی محمد فضل اللہ

مجدد ہزارۂ دوام: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی: محمد حسن نقش بندی

وصالِ احمدیہ: شیخ بدرالدین سرہندی

ہدیۂ احمدیہ: مولوی شیخ احمد مکی

(۱۹) آپ ہندوستان کے مشاہیر علما میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام محمد اعظم بن عبدالرسول تھا۔ تمام عمر درس وتدریس میں گزاری۔ شرح خلاصة السحاب، حاشیہ فوائدِ ضیائیہ، شرح تشریح الاملاک، حرمة الغنا والمزامیر اور رقیب باب المعروف والمنکر آپ کے اہم تصنیفی وتالیفی کارنامے ہیں۔ ۱۰۳۹ء میں وصال ہوا۔ مولانا آزاد نے ۹۳۹ھ اور صاحبِ نزھة الخواطر نے سالِ وصال ۱۱۳۳ھ دیا گیا ہے جو درست نہیں۔ ''دفترِ دانش'' سے سالِ وصال نکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرۂ علمائے ہند: ص ۲۹۲

مآثر الکرام: ص ۱۹۴-۱۹۵

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزھة الخواطر۔ جلد ششم): ص ۲۳۶-۲۳۷

حدائق الحنفیہ: ص ۴۰۷

(۲۰) حضرت شیخ عبدالحق کے اجداد کا تعلق بخارا سے تھا۔ ان کے جدِ کلاں آغا محمد ترک سلطان علاؤ الدین خلجی (۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۶ء) کے دورِ حکومت میں ہندوستان آئے۔ آپ کے والدِ محترم کا نام مولانا سیف الدین (۹۴۰ھ تا ۹۹۰ھ) تھا۔ شیخ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی۔ بعدازاں ماورالنہر کے اساتذہ سے کسبِ فیض کیا۔ آپ کو قادریہ، چشتیہ، شاذلیہ، مدنیہ اور نقش بندیہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔ شیخ شاعر بھی تھے اور حقی تخلص کرتے تھے؛ آپ کے اشعار کی تعداد پانچ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی (تفسیر)، شرح صدور تفسیر آیت النور (تفسیر)، تحصیل الغنائم والبرکات بہ تفسیرِ سورۃ والعادیات (تفسیر)، شرح العقیدۃ الجزریہ (تجوید)، اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ (حدیث)، لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح (حدیث)، رسالہ اقسام الحدیث (حدیث)، جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ (حدیث)، تحقیق الاشارہ فی تعیم البشارۃ (حدیث)، رسالہ شب برات (حدیث)، شرح سفر السعادت (حدیث)، تکمیل الایمان (عقاید)، فتح المنان فی تائید النعمان (فقہ)، الفوائد (فقہ)، تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف (تصوف)، شرح فتوح الغیب (تصوف)، رسالۂ وجودیہ (تصوف)، اخبار الاخیار (تذکرہ)، آداب الصالحین (اخلاق)، آداب للطالقہ والمناظرہ (اخلاق)، شرح شمسیہ (فلسفہ)، ذکرِ ملوک (تاریخ)۔

چورانوے سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ دہلی میں حوضِ شمسی کے کنارے دفن ہوئے۔ ''فخر العالم'' اور ''فخر العلماء'' سے سالِ وفات برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص ۱۱-۱۵

اذکارِ ابرار [اُردو ترجمہ گلزارِ ابرار]: ص ۵۹۸-۶۰۰

بحر ذخار: (خطی)، ۴۸۸الف-۴۹۱ب

تذکرۂ علماے ہند: ص ۲۴۷-۲۴۸

حدائق الحنفیہ: ص ۴۰۹-۴۱۲

حدیقۃ الاولیا: ص ۱۹۳-۱۹۵

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی: خلیق احمد نظامی

خزینۃ الاصفیا: ص ۱۵۳

ذکر جمیع اولیای دہلی: ص ۸۷-۸۸

رودِ کوثر: ص ۳۴۳-۳۸۸

روضۃ القیومیۃ: ص ۵۷۹-۵۸۰

علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصہ: ص ۱۷۰-۱۷۷

مآثر الکرام: ص ۱۸۷-۱۸۸

منتخب التواریخ (اُردو ترجمہ): ص ۶۲۴-۶۲۷

(۲۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بیٹوں میں علمی لحاظ سے ممتاز تھے۔ شیخ انھیں اپنا ’’وجودِ ثانی‘‘ کہا کرتے تھے۔ آپ ۹۸۳ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدِ گرامی سے حاصل کی۔ سلسلۂ قادریہ میں والدِ گرامی ہی سے بیعت ومجاز تھے۔ سلسلۂ نقش بندیہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزندِ ارجمند خواجہ محمد معصوم کے مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ نے ساری زندگی درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں گزاری۔ شیخ نورالحق شاعری بھی کرتے تھے۔ مشرقی آپ کا تخلص ہے۔ ایک مثنوی

تحفۃ العراقین اور ایک دیوان کا ذکر ملتا ہے مگر دست یاب نہیں۔ اہم کتابوں میں تیسیر الباری فی شرح صحیح البخاری، شرح صحیح المسلم، شرح شمائلِ ترمذی، شرح قران السعدین، تفسیرِ سورۂ فاتحہ، محیی القلوب، شرح عضدی، شرح ھدایہ، شرح مطالع، رسالہ در بیانِ رویا کے علاوہ زبدۃ التواریخ بھی شامل ہے۔ اس کتاب میں سلطان محمد غوری سے شہنشاہ جہانگیر کی تخت نشینی (۱۶۰۵ء) تک کے حالات مرقوم ہوئے ہیں۔ ''شیخ الاسلام'' سے سالِ وفات نکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

اخبار الاخیار: ص۱۵

بحر ذخار: (خطی)، ۴۹۱ب-۴۹۳الف

تذکرۂ علمائے ہند: ص۲۵۱-۲۵۲

حدائق الحنفیہ: ۴۱۸

حیات شیخ عبدالحق محدث دھلوی: ص۲۴۸-۲۵۲

خزینۃ الاصفیا: ص۹۸۹

ذکر جمیع اولیای دھلی: ص۹۰

علمِ حدیث میں پاک وھند کا حصہ: ص۱۷۷-۱۷۸

فرحت الناظرین: ص۶۸-۷۱

مآثر الکرام: ص۱۸۸-۱۸۹

(۲۲) مُلا محمود فاروقی جون پوری ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ محمد بن شاہ محمد تھا۔ مُلا محمود نے اپنے دادا شاہ محمد سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے تبحرِ علمی کے باعث آپ کو گیارھویں صدی کا مجدد بھی کہا گیا ہے۔ آپ کو رصد گاہ بنانے کا بے حد

شوق تھا۔ اس کے لیے انھوں نے بادشاہ سے امداد مانگی مگر چوں کہ اس زمانے میں بلخ وبخارا کی جنگ درپیش تھی، اس لیے بادشاہ اس طرف توجہ نہ دے سکا۔ حکمت میں ان کی کتاب شمس بازغہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آج تک حکمت میں کوئی کتاب اس کے پائے کی تصنیف نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے علما وحکما جیسے: مُلا نظام، ملا محمد حسن، مولانا محمد یوسف اور مولانا عبدالحلیم نے اس کتاب پر حواشی لکھے۔ بلوچ ٹولہ جون پور میں دفن ہوئے۔ ''فخرِ آفاق'' سے سالِ وفات نکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

تاریخِ شیرازِ ہند جون پور: ص۶۸۸-۶۹۰

تجلیِ نور (جلددوم): ص۴۸-۵۱

تذکرۂ علماے ہند: ص۴۱۴-۴۱۵

تذکرۃالمصنفین: ص۳۵۰-۳۵۲

حدائق الحنفیہ: ۴۱۲-۴۱۳

رودِ کوثر: ص۳۹۱-۳۹۲

شاہ جہان نامہ [جلدسوم]: ص۳۰۰-۳۰۱

علماءِ ہند کا شاندار ماضی (جلداول): ص۳۷۵

(۲۳) والد کا نام مولانا شمس الدین تھا۔ ۹۸۸ھ کو سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ اساتذہ میں ملا کمال الدین کشمیری کے علاوہ عبدالحق محدث دہلوی بھی شامل ہیں۔ لاہور کے دارالعلوم میں صدر مدرس رہے۔ جہاں گیر اور شاہ جہاں نے قدر افزائی کی۔ لاہور، اکبرآباد، سیال کوٹ اور دوسرے شہروں میں انھوں نے دینی مدارس قائم کیے۔ حضرت مجدد الف ثانی کے دامن گرفتہ تھے۔ محمد عثمان القاسمی کے بہ قول ملا عبدالحکیم، حضرت مجدد الف ثانی کے خواجہ تاش، بے تکلف دوست اور معتقد تھے مگر ان کے مرید نہ

تھے(تذکرۃ المصنفین :ص۱۸۳) حضرت مجدد نے آپ کو ''آفتابِ پنجاب'' کا خطاب دیا۔ حضرت مجدد کو پہلی بار ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے ہی ''مجددالفِ ثانی'' کہا۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہی [م:۴ر جولائی ۱۹۸۳ء] نے حضرت نوشہ گنج بخش سے بھی آپ کی نسبت کا ذکر کیا ہے، لیکن باقی تذکروں سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ مُلا عبدالحکیم نے کتابوں پر قیمتی حواشی لکھے اور تہلکہ مچا دیا۔ حضرت شاہ دولہ گجراتی [م: ۱۰۷۶ھ] کی زیارت کے بعد واپس سیالکوٹ جا رہے تھے کہ سوہدرہ کے مقام پر ۱۰۴۲ھ کو وصال ہوا۔ بعض کتابوں میں ۱۰۶۸ھ اور ۱۰۶۷ھ کو ان کا سالِ وصال قرار دیا گیا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعۂ تاریخ یوں کہا ہے:

چوں عبدالحکیم آن ولی خدا
ز دنیائے دوں شد بجنت مقیم
ندا شد پئے سالِ تاریخِ او
ولے مخزنِ علم عبدالحکیم
____۱۰۶۸ھ____

سیالکوٹ میں آسودۂ خاک ہوئے۔ غنیة الطالبین کا فارسی ترجمہ بھی کیا۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بحر ذخار: (خطی)،۵۹۱الف ب

پادشاہ نامہ (محمد امین قزوینی)، بحوالہ، عہد شاہجہانی کے بعض ممتاز مشاہیر، مشمولہ، سہ ماہی اردو (ج:۵۵،ش:۱،۱۹۷۹ء): ص ۶۷

تذکرۂ مصنفینِ درسِ نظامی: ص ۱۳۸-۱۴۵

تذکرۂ علمائے ہند: ص ۲۵۰

تذکرۃ المصنفین المعروف بہ تراجم العلما: ص ۱۸۲-۱۸۵

تذکرۃ المصنفین:ص۱۸۲-۱۸۵

حدائق الحنفیہ:ص۴۱۴-۴۱۵

حدیقۃ الاولیا:ص۱۹۶

خزینۃ الاصفیا:ص۹۸۴-۹۸۵

رودِ کوثر:ص۳۹۰-۳۹۱

روضۃ القیومیہ:ص۵۷۸

سوانح عمری علّامہ عبدالحکیم سیال کوٹی:محمد الدین فوق

فرحت الناظرین:ص۱۰۲-۱۰۴

مآثر الکرام:ص۱۹۳-۱۹۴

(۲۴) شیخ عبدالرشید جون پوری ملقب شمس الحق ۱۰۰۰ھ میں برونہ ضلع جون پور میں پیدا ہوئے۔ فیاض، دیوان اور شمس الحق القاب اور شمسی تخلص کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم شمس نور برونی سے حاصل کی۔ سلسلہ نسب شیخ سری سقطی پر ختم ہوتا ہے۔ منطق، حکمت اور اصول کے ماہر علما میں شمار ہوتے ہیں۔ حدائق الحنفیہ میں ۱۰۸۶ھ کو ان کا سال پیدائش کہا گیا ہے جو درست نہیں۔ علماءِ ہند کا شاندار ماضی، تذکرۂ علماء ہند اور تاریخ شیرازِ ہند جون پور کے مؤلفین نے آپ کی تاریخ وفات ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ درج کی ہے۔ آپ کا مزار رشید آباد جون پور میں ہے۔ خزینۃ الاصفیا کے مولف نے ۱۰۵۵ھ کو شیخ کا سال وصال قرار دیا ہے اور قطعۂ تاریخ یوں موزوں کیا ہے:

چوں رشید آن مرشد اہل رشاد

با ہزاراں رشد در جنت رسید

''افضل الاقطاب'' گو تاریخ او

نیز'' قطب الاولیا'' عارف رشید

_۱۰۵۵ھ_

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزھة الخواطر، جلد ششم):

ص۲۰۳-۲۰۴

تذکرۂ علمائے ھند: ص۲۶۲

تذکرۃ المصنفین: ص۲۲۳-۲۲۴

حدائق الحنفیہ: ص۴۵۶-۴۵۷

خزینۃ الاصفیا (جلد دوم): ص۴۷۳-۴۷۴

سمات الاخیار: ص۳۱-۶۱

علماءِ ھند کا شاندار ماضی (جلد اوّل): ص۳۸۵

فرحت الناظرین: ص۸۴-۸۵

(۲۵) میر محمد زاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی کابلی کو علماء ھند کا شاندار ماضی میں ہرات کو ان کا مولد قرار دیا گیا ہے۔ فنون، منطق اور حکمت میں ان کا کوئی مماثل نہ تھا۔ ان کے اساتذہ میں مرزا محمد فاضل بدخشی کا نام بھی شامل ہے۔ حافظہ نہایت قوی تھا، جو بات پڑھتے از بر ہو جاتی۔ تیرہ سال کی عمر میں فتوے دینے اور پڑھانے کے لائق ہو گئے۔ حاشیہ شرح تجرید بھی ان کی تصنیف ہے۔ میر محمد زاہد کے استاد مرزا محمد فاضل بدخشی ہندوستان آئے، انھیں علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت کا دعویٰ تھا۔ شاہ جہان کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے ملک العلما کے منصب پر فائز کر دو۔ اس وقت ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اس منصب پر فائز تھے۔ شاہ جہان نے کہا مناظرہ کر لیں جو کامگار رہا ملک العلمائی پر اُس کا حق ہوگا۔ انھوں نے خود مناظرے میں شریک

ہونے کو اپنی ہتک جانا اور کابل سے اپنے شاگرد میر محمد زاہد کو لے کر آئے اور کہا: میرا یہ شاگرد مناظرہ کرے گا۔ عبدالحکیم سیالکوٹی نے تاڑ لیا کہ زاہد ابھی صرف میں ناپختہ ہیں، بادشاہ کے سامنے کہا اس بچے سے صرف کے صیغوں کے علاوہ کیا پوچھوں، پھر شافیہ کی ایک عبارت کا مطلب پوچھا۔ یہ بات میر زاہد کے ذہن میں نہ تھی، فرمایا کتاب دیکھ لوں۔ یوں میدان مُلا عبدالحکیم سیال کوٹی کے ہاتھ رہا۔ ''فاضلِ بے مقابلہ'' سے سالِ وصال ۱۰۱۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم): ص۳۷۶-۳۷۷

تذکرۂ علماے ھند: ص۳۶۶-۳۶۷

تذکرۃ المصنفین: ص۲۶۳-۲۶۴

حدائق الحنفیہ: ص۴۲۸-۴۲۹

علماءِ ھند کا شاندار ماضی: ص۳۷۶-۳۸۱

فرحت الناظرین: ص۱۱۸-۱۲۰

ماثر الامراء (جلد سوم: اُردو ترجمہ): ص۵۵۲-۵۵۳

(۲۶) ملا قطب الدین شہید سہالوی کا نسب سیدنا ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے جدِ کلاں مدینہ سے ہرات آئے۔ خواجہ عبداللہ انصاری ہراتی آپ کے خاندان کے ایک مردِ جلیل تھے۔ خاندان کے پہلے بزرگ شیخ علاوالدین انصاری جو ہندوستان میں آئے اور مضافاتِ دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ ملا نظام الدین نے اودھ کے قصبے سہالی میں سکونت اختیار، ان کی آٹھویں پشت سے ملا قطب الدین شہید پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبدالحلیم تھا۔ آپ اپنے علم وفضل کے باعث لکھنؤ کے قرب وجوار

میں علمی ریاست کے صدر نشین تھے۔ کتاب تلویحات ان کی تصنیف ہے۔ فرنگی محل کے علما ان کی اولاد میں سے ہیں۔ قاضی گھاسی بن داؤد الہ آبادی سے طریقۂ چشتیہ حاصل کیا۔ امورِ عامہ، تلویح اور شرح حکمته العین پر حاشیے لکھے؛ شرح عقاید عضدیہ، شرح عقاید نسفیہ اور مطول پر بھی حاشیے لکھے تھے مگر قتل کے فتنے میں ان کی تصانیف وتالیفات بھی جلادی گئیں۔

آپ کے ممتاز تلامذہ میں سید قطب الدین شمس آبادی، حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسی، قاضی محبّ اللہ بہاری، قاضی شہاب الدین گوپاموی، شیخ زین العابدین سندیلوی، شیخ صفتہ اللہ محدث خیرآبادی اور دوسرے شامل ہیں۔ ۱۱۰۳ھ سالِ شہادت ہے۔ ''فیضِ باری'' سے سالِ شہادت برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزھة الخواطر، جلد ششم): ص۲۹۲-۲۹۳

تذکرۂ علمائے ہند: ص۳۳۶-۳۳۷

حدائق الحنفیہ: ص۴۲۹

رودِ کوثر: ص۴۰۲

علماءِ ہند کا شاندار ماضی (جلد اوّل): ص۳۶۳-۳۶۴

فرحت الناظرین: ص۱۲۰-۱۲۲

مقالاتِ شبلی (حصہ سوم): ص۱۰۳-۱۰۴

(۲۷) مولوی سیّد قطب الدین لکھنؤ کے قریب ایک بستی امیٹھی کے رہنے والے تھے، بعد ازاں قنوج کے ایک قصبے شمس آباد کو مستقل مستقر بنالیا اور اسی نسبت سے شمس آبادی کہلائے۔ تنگ دستی اور بے سروسامانی میں زندگی گزاری مگر ہمیشہ توکل اور قناعت

شعار رہا۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں قاضی محبّ اللہ بن عبدالشکور بہاری، حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسی اور سیّد طفیل محمد بن شکر اللہ اترولوی شامل ہیں۔ ''عفت شعار'' سے سالِ وصال نکلتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزهة الخواطر، جلد ششم): ص۲۹۳-۲۹۴

تذکرۂ علمائے ھند: ۳۳۷

حدائق الحنفیہ: ۴۳۴

مآثر الکرام: ص۲۰۰

(۲۸) قاضی محبّ اللہ کے والد کا نام عبدالشکور تھا۔ موضع کڑا متعلقہ محبّ علی پور کے ملک قبیلے سے تعلق تھا۔ درسی کتابیں شیخ قطب الدین بن عبدالحلیم انصاری سہالوی سے پڑھیں۔ منطق میں سلم العلوم اور افادات، اصولِ فقہ میں مسلم الثبوت اور بیان میں الجواهر الفرد آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ جزء لا یتجزیٰ اور مغالطة عامته الورود بھی آپ کے علمی کارنام ہیں۔ ''قاضی مولوی محبّ اللہ''، ''رفتہ سوئے ارم محبّ اللہ'' اور ''شیخِ دہر'' سے سال وفات ۱۱۱۹ھ نکلتا ہے۔ احاطۂ مزار شاہ فرید الدین طویلہ بخش محلّہ چاند پورہ شہر بہار میں دفن ہوئے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزهة الخواطر، جلد ششم): ص۳۱۵-۳۱۷

تذکرۂ علمائے ھند: ص۳۴۹-۳۵۰

حدائق الحنفیہ: ص۴۳۱-۴۳۲

علماءِ ہندی کا شاندار ماضی (جلد اوّل): ص۴۰۵-۴۰۶

مآثر الکرام: ص۲۰۰-۲۰۱

تذکرۃ المصنفین: ص۲۶۵-۲۶۷

(۲۹) حافظ امان اللہ کا مولد و منشا بنارس ہے۔ آپ معقول اور منقول کے عالم اور فروع واصول کے ماہر تھے۔ درسی کتب کی تحصیل شیخ محمد ماہ دیوگامی، شیخ قطب الدین شمس آبادی اور دوسرے جید اساتذہ سے کی۔ آخر عمر میں شیخ محمد یحییٰ المعروف خوب اللہ الٰہ آبادی سے سلسلۂ نقش بندیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ کا مقبرہ بنارس میں ہے۔ ''آرائشِ کاخ'' مادۂ تاریخِ وصال ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم): ص۷۰

تذکرۂ علمائے ہند: ص۱۲۶-۱۲۷

تذکرۃ المصنفین: ص۲۸۶-۲۸۷

حدائق الحنفیہ: ص۴۳۶-۴۳۷

مآثر الکرام: ص۲۰۲-۲۰۳

(۳۰) شیخ غلام نقش بند ابن شیخ عطا اللہ لکھنوی کا نسب آبان بن عمان یا عمر بن عثمان سے ملتا ہے۔ دادا حبیب اللہ گھوسی کے قاضی تھے۔ ۱۹/ذی الحجہ ۱۰۵۱ھ میں گھوسی ضلع جون پور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ شیخ محمد لکھنوی سے شرح چغمینی، قدوری اور بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھا۔ آپ نے چوتھائی کلام پاک کی تفسیر لکھی، جس کا نام فرقان الانوار ہے۔ دیگر تصانیف میں اللدمعۃ العرشید فی مسئلۃ وحدۃ الوجود، القصیدہ الخزرجیہ شامل ہیں۔ تذکرۂ علمائے ہند میں سالِ وفات

۱۱۳۶ھ دیا گیا ہے۔ رجب ۱۱۳۹ھ کو شیخ پیر محمد کے ٹیلے پر دفن ہوئے۔ ''دارالفیض'' سے سال وصال برآمد ہوتا ہے۔ سید عبدالجلیل بلگرامی ان کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم): ص ۲۷۲-۲۷۴

تبصرۃ الناظرین (خطی): ص ۱۱۳-۱۱۴

تذکرۂ علمائے ھند: ص ۳۲۲-۳۲۳

حدائق الحنفیہ: ص ۴۳۵

فرحت الناظرین: ص ۱۲۲-۱۲۳

علماءِ ھند کا شاندار ماضی (جلد اول): ص ۴۰۷-۴۰۸

مآثر الکرام: ص ۲۰۳-۲۰۶

ھندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں: ص ۱۲۰-۱۲۳

(۳۱) شیخ احمد بن شیخ ابوسعید کا شجرۂ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ سے جا ملتا ہے۔ ملا جیون امیٹھی میں ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔ لطف اللہ جہاں آبادی کے شاگرد تھے۔ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ تفسیرِ احمدی آپ کا علمی کارنامہ ہے۔ ''خورشیدِ اوج'' مادۂ تاریخ ہے۔ غلام سرور لاہوری نے تاریخ کا قطعہ یوں موزوں کیا ہے:

شیخ احمد چوں بہ فضل ایزدی
شداز یں دنیا بجنت باریاب
مہدی حق شیخ احمد وصل اوست
نیز شیخ احمد عالی جناب

ساقی ارباب ذوق

PDF BOOK COMPANY

مدد، مشاورت، تجاویز اور شکایات :

Muhammad Husnain Siyalvi
0305-6406067
Sidrah Tahir
0334-0120123
Muhammad Saqib Riyaz
0344-7227224

برقی کتب

__۱۱۳۰ھ__

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرۂ علمائے ہند: ص۱۵۳-۱۵۴

تذکرۃ المصنفین: ص۲۲۸-۲۲۹

حدائق الحنفیہ: ص۴۳۶

خزینۃ الاصفیا: ص۹۹۸

علماءِ ہند کا شاندار ماضی (جلد اوّل): ص۴۰۸-۴۰۹

مآثر الکرام: ص۲۰۶-۲۰۷

(۳۲) سیّد عبدالجلیل فنون، معانی، بیان، بدیع، حدیث، تفسیر، سِیَر، اسماء الرجال اور تاریخ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ نزھتہ الخواطر میں آپ کی تاریخِ پیدائش ۲۳؍شوال جب کہ حدائق الحنفیہ میں ۲۳؍ربیع الآخر درج ہے۔ آپ کے اساتذہ میں میر سعد اللہ اور میر طفیل بلگرامی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ سید عبدالجلیل فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے۔ واسطی اور طرازی ان کے تخلص تھے۔ انشائے جلیل، منشآت جلیل، مثنوی شادی فرخ سیر بادشاہ، مثنوی کتخدائی ارشاد خاں اور مثنوی امواجِ خیال ان کی تصانیف ہیں۔ تبصرۃ الناظرین کو بھی ان کی تصنیف خیال کیا جاتا ہے، جو درست نہیں۔ ان کے معروف تلامذہ میں بیٹوں کے علاوہ میر احمد لاہوری، سیّد محمد زمان راسخ سہرندی، شیخ محمد رضا اور شیخ سیف الدین محمد کے نام شامل ہیں۔ ''اُولٰـئِكَ لَهُم عُقبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدنٍ'' مادۂ سالِ وصال ہے۔ میر غلام علی آزاد نے تاریخِ وصال یوں نظم کی:

میر عبدالجلیل کرد وفات

ورضواعنہ گشت سالِ ممات

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزهة الخواطر، جلد ششم): ص۱۹۱-۱۹۳

تبصرة الناظرین (خطی): ص۱۵۶-۱۶۲

تبصرة الناظرین (حصہ دوم): برگ: ۶۷ب-۶۹الف

تذکرۂ علمائے ہند: ۲۴۵-۲۴۷

حدائق الحنفیہ: ۴۳۷

حیاتِ جلیل: (جلد اول و دوم):

علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصّہ: ص۱۸۳

مآثر الکرام: ص۲۴۵-۲۶۷

مقالات الشعرا: ص۴۰۶-۴۱۴

نقدِ عمر: ص۱۵۳-۱۵۶

(۳۳) سیّد علی کا تعلق بیت العلم والشیاختہ کے خاندان سے تھا۔ ان کا نسب جعفر بن زید بن علی کرم اللہ وجہٗ سے ملتا ہے۔ سیّد علی ۱۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۰۵۲ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۶۸ھ میں والد کے پاس ہندوستان آگئے اور یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ نحو، بیان، حساب اور فقہ کی تعلیم شیخ محمد بن علی حشری عاملی سے حاصل کی۔ علمِ حدیث جعفر بن کمال الدین شیعی بحرانی سے حاصل کیا۔ آپ کی دیگر تصانیف میں: ریاض السالکین، الحدائق الندیہ، شرح الفوائد الصمدیہ، الکلم الطیب والغیث المهیث، سوة الغریب فی غرائب البحار و عجاب الجزائر، الدرجات الرفیعہ اور دیوان الشعر العربی شامل ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم):
ص۲۳۹-۲۴۱

تذکرۂ علمائے ھند: ۲۰۹-۲۱۰

(۳۴) سیّد محمد بلگرامی عربیت، لغت، محاضرات اور تاریخ دانی میں خاص دست گاہ رکھتے تھے۔ آپ نے شیخ شہاب الدین محمد بن احمد الخطیب کی کتاب المستطرف فی کل فن مستظرف کا ایک دل پذیر انتخاب الجزء الاشرف من المستطرف کے نام سے کیا۔ رقعاتِ میر عبدالجلیل کے نام سے والدِ گرامی کے خطوط پر مفید حواشی وتعلیقات لکھے۔ مثنوی ناز ونیاز کے علاوہ تبصرۃ الناظرین بھی ان کی تصنیف ہے، جس میں بلگرام اور اہلِ بلگرام کی تاریخ ملتی ہے۔ آپ سید العارفین میر لطف اللہ عرف شاہ لدھا کے مرید تھے۔ ان کے نامور شاگردوں میں ان کے خواہرزادے میر غلام علی آزاد اور میر یوسف بھی شامل ہیں۔ آپ کی تاریخِ وفات پر میر غلام علی آزاد نے نہایت پُر اثر اور دردانگیز مرثیہ کہا۔ مصرعِ ذیل سے سالِ وفات برآمد ہوتا ہے:

"رفت قدسیِ جہاں سیّد محمد از جہاں"

۱۱۸۵ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم):
ص۳۲۶-۳۲۷

تبصرۃ الناظرین (خطی): ص۲۰-۲۶

تذکرۂ علمائے ھند: ص۲۰۹-۲۱۰

حیات جلیل (جلد دوم): ص۱۵۹-۱۶۳

مآثر الکرام: ص۲۸۱-۲۸۴

مقالات الشعرا: ص۳۱۶-۳۲۱

نقدِ عمر: ص۱۵۶-۱۵۸

(۳۵) سید سعد اللہ آباد کے قریبی قصبہ سلون کے رہنے والے تھے۔ نزھة الخواطر میں سلون کو رائے بریلی سے دس میل کے فاصلے پر بتایا گیا ہے۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام عبد الشکور تھا۔ آپ کے علم و فضل کے باعث اورنگ زیب عالم گیر نے دو گاؤں عطا کیے۔ آپ کی تصانیف و تالیفات میں: حاشیہ بر حاشیہ القدیمہ والجدیدہ، آداب البحث (منطق)، رسالہ ثبوتِ مذہبِ شیعہ، حاشیہ یمین الوصول (فقہ) رسالہ چهل بیت مثنوی، حاشیہ هدایة الحکمة، کشف الحق اور تحفة الرسول شامل ہیں۔ ان کے دو بیٹے تھے: عبد العلی اور عبد الولی۔ ثانی الذکر کمالاتِ علمی میں باپ کے ثانی تھے، ان کا تخلص عزلتؔ تھا۔ مآثر الکرام، تذکرہ علماے ھند اور نزھة الخواطر میں آپ کا ماہِ وفات جمادی الاولیٰ درج ہے۔ بعض تذکروں میں سورت کو ان کا مدفن قرار دیا گیا ہے۔ ''دفخر محفل'' سے سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھة الخواطر، جلد ششم): ص۱۴۱-۱۴۲

حدائق الحنفیہ: ص۴۰۷

مآثر الکرام: ص۲۰۷-۲۰۹

ا۔ تذکرۂ علماے ھند: ص۱۹۶-۱۹۷، ۵۴۳-۵۴۴

(۳۶) سید طفیل محمد کا مولد اتر ولی آگرہ کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ سات سال

کی عمر میں جب آپ دہلی پہنچے تو میزان الصرف کا پہلا سبق اُس وقت کے معروف عالم اور عارف سید حسن رسول نما سے لیا۔ پندرہ سال کی مختصر عمر میں علوم وفنون میں مہارتِ تامہ حاصل کرلی۔ ۱۱۵۱ھ میں بلگرام میں انتقال ہوا، محمد نگر کے باغ میں آسودۂ خاک ہوئے۔ ''تاجِ مذہب'' سے سالِ وصال نکلتا ہے۔ غلام علی آزاد نے ان کا قطعۂ تاریخِ وصال یوں نظم کیا:

افسوس کہ آفتابِ معنی
از حلقۂ آسماں بروں رفت
تاریخِ وصالِ او خرد گفت
علّامہ از جہاں بروں رفت

۱۱۵۱ھ

مزید مطالعہ کے لیے:

تذکرۂ علمائے ھند: ص۲۳۳

حدائق الحنفیہ: ۴۴۲

مآثر الکرام: ص۱۳۳-۱۳۷

(۳۷) مآثر الکرام، تذکرۂ علمائے ھند اور نزھتہ الخواطر میں آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰۶۳ھ بتائی گئی ہے۔ جب کہ حدائق الحنفیہ میں ۱۰۶۴ھ درج ہے۔ آپ کو بچپن ہی سے علم کی تحصیل کا شوق تھا۔ اپنی والدۂ محترمہ سے صرف سات روز میں گلستانِ معنی کے ساتھ پڑھ لی۔ ابوالمجد محبوب عالم سے سہروردی نیز باقی سلاسل کی ارادت وخلافت حاصل کی۔ عربی میں یگانۂ آفاق تھے۔ آپ کے علم کا شہرہ دُور ونزدیک میں تھا۔ مدرسۂ ہدایت بخش سے ہزاروں طلبہ نے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ اوراد ووظائف کے علاوہ روزانہ ایک قرآنِ مجید ختم کرتے تھے۔ تصانیف وتالیفات

کی تعداد ایک سو ستر کے قریب ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر ،جلد ششم):
ص ۴۶۸-۴۶۹

تذکرۂ علمائے ھند: ص ۲۵۳-۲۵۵

حدائق الحنفیہ: ص ۴۴۴

مآثر الکرام: ص ۲۱۰-۲۱۲

(۳۸) ملا نظام الدین سہالی میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی کے قتل کے بعد بڑے بھائی محمد سعید کے ساتھ لکھنؤ آ گئے۔ اورنگ زیب عالم گیر نے ان کے باپ کے بہیمانہ قتل اور ان کے بے سہارا رہ جانے کے خیال سے لکھنؤ کا ایک محل دونوں بھائیوں کو عطا کر دیا۔ یہ محل عرفِ عام میں فرنگی محل کے نام سے معروف تھا۔ ملا نظام الدین نے حافظ امان اللہ بنارسی اور مولوی قطب الدین شمس آبادی سے کتابیں پڑھیں۔ شبلی نعمانی کی تحقیق کے مطابق درسِ نظامیہ انھی مُلا نظام الدین کے نامِ نامی سے منسوب ہے۔ آپ کے معروف تلامذہ میں سیّد کمال الدین عظیم آبادی، سیّد ظریف عظیم آبادی، شیخ غلام محمد برہان پوری، مولانا حقانی ٹانڈوی، شیخ عبداللہ امیٹھوی، شیخ عبدالرشید جون پوری، شیخ وجیہ الدین دہلوی اور دوسرے شامل ہیں۔ ''فاضل قدوۂ دین ودنیا'' سے آپ کا سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف وتالیف کیں؛ چند ایک کے نام درجِ ذیل ہیں:

صبحِ صادق، شرح منار الاصول، شرح میارزیہ، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ شرح عقایدِ دوانی، ملفوظات حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی، حاشیہ شرح عقایدِ جلالی۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھة الخواطر، جلد ششم): ص۴۶۱-۴۶۳

تذکرۂ علمائے ھند: ص۴۴۵-۴۴۴

تذکرة المصنفین: ص۲۸۷-۲۹۱

حدائق الحنفیه: ص۴۴۵

رودِ کوثر: ص۶۱۱

مآثر الکرام: ص۲۱۲-۲۱۶

(۳۹) شیخ محمد حیات کا تعلق سکھر کے ایک نواحی قصبے عادل پور سے تھا۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام مُلا فلاریہ تھا۔ ڈاکٹر محمد اسحٰق نے آپ کے والد کا نام ابوالحسن سندھی اور ان کے مولد کا نام علی پور نزد بھکر لکھا ہے، جو درست نہیں۔ آپ اولاً عادل پور سے ٹھٹھہ منتقل ہوئے اور شیخ محمد معین الدین بن محمد امین ٹھٹھوی سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے اور وہیں مدینہ شریف میں شیخِ کبیر ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی مدنی کے پاس مستقلاً رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ نے طریقت کا علم انھی سے حاصل کیا۔ شیخ کی وفات کے چوبیس سال بعد تک وہیں رہے۔ آپ کے نام ور تلامذہ میں شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی، شیخ احمد بن عبدالرحمن سندھی، شیخ محمد سعید، شیخ علی بن صادق داغستانی، شیخ علی بن زہری، شیخ علیم اللہ بن عبدالرشید لاہوری اور سیّد غلام علی بن نوح واسطی بلگرامی شامل ہیں۔ آپ کی چند تصانیف وتالیفات کے نام درجِ ذیل ہیں: رساله فی ابطال الفراغ، رساله فی انتصار السنة والعمل بالحدیث، تحفة المحبین، رساله فی بدعة التعزیه، شرح اربعین النووی، رساله فی النهی عن عشق صور المرد والنسوان، الاتحاف علی اسباب الاختلاف۔

کی تعداد ایک سو ستر کے قریب ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم):
ص۴۶۸-۴۶۹

تذکرۂ علماے ہند: ص۴۵۴-۴۵۵

حدائق الحنفیہ: ص۴۴۴

مآثر الکرام: ص۲۱۰-۲۱۲

(۳۸) ملا نظام الدین سہالی میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی کے قتل کے بعد بڑے بھائی محمد سعید کے ساتھ لکھنؤ آ گئے۔ اورنگ زیب عالم گیر نے ان کے باپ کے بہیمانہ قتل اور ان کے بے سہارا رہ جانے کے خیال سے لکھنؤ کا ایک محل دونوں بھائیوں کو عطا کر دیا۔ یہ محل عرفِ عام میں فرنگی محل کے نام سے معروف تھا۔ ملا نظام الدین نے حافظ امان اللہ بنارسی اور مولوی قطب الدین شمس آبادی سے کتابیں پڑھیں۔ شبلی نعمانی کی تحقیق کے مطابق درسِ نظامیہ انھی مُلا نظام الدین کے نامِ نامی سے منسوب ہے۔ آپ کے معروف تلامذہ میں سیّد کمال الدین عظیم آبادی، سیّد ظریف عظیم آبادی، شیخ غلام محمد برہان پوری، مولانا حقانی ٹانڈوی، شیخ عبداللہ امیٹھوی، شیخ عبدالرشید جون پوری، شیخ وجیہ الدین دہلوی اور دوسرے شامل ہیں۔ ''فاضل قدوۂ دین ودنیا'' سے آپ کا سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف وتالیف کیں؛ چند ایک کے نام درجِ ذیل ہیں:

صبحِ صادق، شرح منار الاصول، شرح میارزیہ، حاشیہ شمس بازغہ، حاشیہ شرح عقایدِ دوانی، ملفوظات حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی، حاشیہ شرح عقایدِ جلالی۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم): ص۴۶۱-۴۶۳

تذکرۂ علمائے ہند: ص۴۴۵-۴۴۴

تذکرۃ المصنفین: ص۲۸۷-۲۹۱

حدائق الحنفیہ: ص۴۴۵

رودِ کوثر: ص۶۱۱

مآثر الکرام: ص۲۱۲-۲۱۶

(۳۹) شیخ محمد حیات کا تعلق سکھر کے ایک نواحی قصبے عادل پور سے تھا۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام مُلا فلاریہ تھا۔ ڈاکٹر محمد اسحٰق نے آپ کے والد کا نام ابوالحسن سندھی اور ان کے مولد کا نام علی پور نزد بھکر لکھا ہے، جو درست نہیں۔ آپ اولاً عادل پور سے ٹھٹھہ منتقل ہوئے اور شیخ محمد معین الدین بن محمد امین ٹھٹھوی سے علم حاصل کیا۔ بعد ازاں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے اور وہیں مدینہ شریف میں شیخِ کبیر ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی مدنی کے پاس مستقلاً رہائش پذیر ہوگئے۔ آپ نے طریقت کا علم انھی سے حاصل کیا۔ شیخ کی وفات کے چوبیس سال بعد تک وہیں رہے۔ آپ کے نام ور تلامذہ میں شیخ ابوالحسن بن محمد صادق سندھی، شیخ احمد بن عبدالرحمٰن سندھی، شیخ محمد سعید، شیخ علی بن صادق داغستانی، شیخ علی بن زہری، شیخ علیم اللہ بن عبدالرشید لاہوری اور سیّد غلام علی بن نوح واسطی بلگرامی شامل ہیں۔ آپ کی چند تصانیف وتالیفات کے نام درجِ ذیل ہیں: رسالہ فی ابطال الفراغ، رسالہ فی انتصار السنۃ والعمل بالحدیث، تحفۃ المحبین، رسالہ فی بدعۃ التعزیہ، شرح اربعین النووی، رسالہ فی النھی عن عشق صور المرد والنسوان، الاتعاف علی اسباب الاختلاف۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزهة الخواطر، جلد ششم): ص ۷۱

تذکرۂ علمائے ھند: ص ۳۶۵

تذکرہ مشاہیر سندھ (جلد دوم، سوم): ص ۳۲۹-۳۳۲

رودِ کوثر: ص ۶۱۱

علمِ حدیث میں پاك وھند کا حصّہ: ص ۲۸۱-۲۸۲

مآثر الکرام: ص ۱۴۴-۱۴۷

(۴۰) شیخ جمال الدین عبداللہ بن سالم بن محمد بن سالم بن عیسٰی بن البصری ۴؍شعبان ۱۰۴۹ھ کو مکہ میں پیدا ہوئے۔ کچھ تذکروں میں ۱۰۴۸ھ اور ۱۰۵۰ھ کو سال ولادت قرار دیا گیا۔ شیخ نے الامداد فی معرفة علو الاسناد میں ان اساتذہ کا ذکر کیا ہے جن سے وہ فیض یاب ہوئے۔ تحصیل علوم کے بعد آپ نے مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں درس حدیث دیا اور ایک عالم آپ سے فیض یاب ہوا۔ ڈاکٹر رضا بن محمد صفی الدین السنوسی نے آپ کے پینتیس معروف تلامذہ کا ذکر کیا ہے۔ ۴؍رجب ۱۱۳۴ھ کو شیخ نے عالم خاک و باد کو خیر باد کہا اور مکہ میں ہی آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ درج ذیل آثار شیخ سے یادگار ہیں: **اشارات صحیح البخاری، اوائل کتب الاحادیث (الاوائل البصریه)، الامداد فی معرفة علو الاسناد، حاشیه علیٰ تقریب التهذیب، حدیث الرحمة، ختم صحیح البخاری، ختم صحیح مسلم، ختم المؤطاء بروایة یحییٰ بن یحییٰ، ختم النسائی، ختم جامع الامام الترمذی، ختم سنن الحافظ ابی داؤد، ختم السنن الحافظ ابن ماجه، رسالة فی الحدیث، الضیاء الساری علی صحیح البخاری (الضیاء الساری فی مسالک ابواب البخاری)۔**

مزید مطالعہ کے لیے:

الامدادفی معرفۃ علوالاسناد: (خطی)، شیخ عبداللہ بن بصری، مدینہ، عارف حکمت، ۹، ۱۳/۲۷

رسالۃ فی ترجمۃ الشیخ عبداللّٰہ البصری: (خطی)، شیخ عبداللہ بن الشماع، ریاض، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ۲۰۰۵/ خ

المسند الحجاز، الثبت، خاتمہ المحدثین الشیخ عبداللّٰہ بن محمد بن البصری المکی: د. رضا بن محمد صفی الدین السنوسی، ریاض، مرکز البحوث بلکلیۃ الآداب والعلوم الانسانیۃ بجامعۃ الملک عبدالعزیز، ۱۴۲۶ھ

(۴۱) صاحبِ حدائق الحنفیہ نے سیّد محمد یوسف کی تاریخِ پیدائش یکم شوال ۱۱۱۰ھ اورصاحبِ نزھتہ الخواطر نے ۲۱ رمضان ۱۱۱۶ھ لکھی ہے۔آپ سید غلام علی آزاد کے خالہ زاد تھے۔سید عبدالجلیل ان کے دادانہیں نانا تھے۔سید محمد یوسف کوشعر گوئی کا بھی شوق تھا۔عربی اور فارسی میں ان کی شاعری کے نمونے مختلف کتابوں اور تذکروں میں نقل ہوئے ہیں۔ کتاب عجیب فی التوحید الوجودی بھی آپ کی تصنیف ہے۔آپ کا انتقال لکھنؤ میں ہوا،میت بلگرام لائی گئی اور نانا کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ''بےنظیر'' اور ''علیہ رضوان'' سے سالِ وصال برآمد ہوتا ہے۔میر اولاد محمد ذکا کے قطعۂ تاریخِ وصال کا آخری شعر یوں ہے:

ذکا تاریخ فوتِ او عزیزی گفت در گوشم
''ز قیدِ ہستیِ موہوم آمد یوسفی بیروں''

________ ۱۱۷۲ھ ________

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر، جلد ششم):

ص۵۱۰-۵۱۱

تذکرۂ علماے ہند:ص۴۱۲-۴۱۴

حدائق الحنفیہ:۴۴۶-۴۴۷

حیات جلیل (جلددوم):ص۱

مآثر الکرام:ص۲۸۴-۲۸۵

(۴۳) میر نور الہدیٰ اپنے والد کی طرح عالمِ اجل، فاضلِ اکمل اور جامع اصنافِ علوم تھے۔آپ کی کتابوں میں شرح نور الکریمتین ،بوارق النور (شرح مظہر النور) اور رسالة فی التشکیك (حاشیہ قدیمہ) شامل ہیں۔سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۱۲۰۱ھ اور بعض کے نزدیک ۱۲۰۳ھ درست ہے۔

مزید مطالعہ کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اردو ترجمہ: نزهة الخواطر ،جلد ہفتم): ص۴۲۷-۴۲۷

تذکرۂ علمائے ہند: ص۴۵۱

حدائق الحنفیہ: ص۴۵۸

(۴۴) سیّد غلام علی آزاد نام ور عالم میر عبد الجلیل کے سب سے بڑے نواسے تھے۔آپ کی ساری تعلیم بلگرام میں ہوئی۔سیّد غلام علی آزاد نے شاعری میں بھی کمال دکھایا؛ آپ کو حسان الہند کا لقب حاصل ہوا۔آپ نے دکن میں بہت عرصہ گزارا۔چھیاسی برس کی عمر میں اورنگ آباد میں انتقال ہوا۔ ''آہ غلام علی آزاد'' اور ''شمع لامعہ ایوانِ ہندوستان'' سے تاریخِ وصال برآمد ہوتی ہے۔ **سبعة سیارة** کے نام سے سات عربی دیوان یادگار چھوڑے۔دیگر کتابوں میں **شفا العلیل، غزلانِ ہند، الشجرة الطیبه، مظهر البرکات، مراة الجمال، سند السعادات فی حسن خاتمة السادات** (فضائلِ اہلِ بیت) اور

روضۃ الاولیا [اورنگ آباد کے آسودگانِ خاک اور بزرگانِ کرام کا تذکرہ] شامل ہیں۔ اُردو نثر اور نظم میں بھی کچھ چیزیں جیسے گربہ نامہ ان سے منسوب ہیں، تاہم یہ انتساب درست نہیں۔

مزید مطالعے کے لیے:

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر (اُردو ترجمہ: نزھۃ الخواطر: جلد ششم): ص۱۵۹-۱۶۵

تذکرۂ علمائے ھند: ص۳۱۵-۳۱۶

حدائق الحنفیہ: ۴۵۴-۴۵۶

حیات جلیل (جلد دوم): ص۱۶۳-۱۷۷

رودِ کوثر: ص۶۱۱

علمِ حدیث میں پاک وھند کا حصّہ: ص۱۸۳-۱۸۴

مآثر الکرام: ص۲۹۰-۲۹۶

مقالات الشعرا: ص۵۱-۶۱

نقدِ عمر: ص۱۵۹-۱۶۱

کتابیات

آثار الاولیا: پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد اکرم اکرام، لاہور، کلیۂ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونی ورسٹی، ۲۰۰۰ء

آثار الشعرا: دکتر سیّد محمد اکرم اکرام، اسلام آباد، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، ۲۰۰۸ء

آثار خیر: محمد سعید احمد مارہروی، آگرہ، مطبعِ عزیزی، ۱۳۲۳ھ، اول

آثار خیر: محمد سعید احمد مارہروی، لاہور، مکتبۂ صابریہ، مارچ ۱۹۸۱ء، دوم

اخبار الاخیار: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اُردو ترجمہ، مولانا سبحان محمود/مولانا محمد فاضل، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، س ن

اذکارِ ابرار (اُردو ترجمہ: گلزارِ ابرار): محمد غوثی شطاری مانڈوی، مترجم، فضل احمد جیوری، لاہور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۳۹۵ھ

الامداد فی معرفۃ علو الاسناد: (خطی)، شیخ عبداللہ بن سالم بصری، مدینہ، عارف حکمت، ۱۳/۲۷۹

المسند الحجاز، الثبت، خاتمہ المحدثین الشیخ عبداللہ بن بن محمد بن البصری المکی: د. رضا بن محمد صفی الدین السنوسی، ریاض،، مرکز البحوث بلکلیۃ الآداب والعلوم الانسانیۃ بجامعۃ الملک عبدالعزیز، ۱۴۲۶ھ

بارھویں صدی کے علمائے برصغیر [اردو ترجمہ، نزھۃ الخواطر، جلد ششم]، مترجم، مولانا انوار الحق قاسمی، کراچی، دارالاشاعت، مئی ۲۰۰۶ء

بحر ذخار: وجیہ الدین علوی، خطی، لندن، برٹش لائبریری، or۱۸۴۹؛ برقی عکس: نڑالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر جان لائبریری

تاریخِ شیرازِ ہند جون پور: سید اقبال احمد، جون پور، ادارہ شیرازِ ہند پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۳ء

تاریخِ مشائخِ چشت: خلیق احمد نظامی، دہلی، ندوۃ المصنفین، مئی ۱۹۵۳ء

تاریخِ وھرہ [اُردو ترجمہ: وھرہ درشن]: داؤدا ے رحمان وھرہ، مترجم، اسماعیل بھائی وھرہ،

ملتان، بیکن بکس، ۲۰۰۸ء

تبصرۃ الناظرین: (خطی)، سید محمد بن عبدالجلیل واسطی بلگرامی،، علی گڑھ، مولانا آزاد لائبریری دانش گاہ اسلامی علی گڑھ، کاتبان، حیدر حسن، سید محمد حسن، مارہرہ/ضلع ایٹہ ،۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ، شمارہ ۲۰۴: برقی عکس: نزالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لائبریری

تبصرۃ الناظرین (حصہ دوم): (خطی)، سید محمد بن عبدالجلیل واسطی بلگرامی، علی گڑھ، مولانا آزاد لائبریری دانش گاہ اسلامی علی گڑھ، شمارہ ۱۴، H-۳/۱۳/۱۴: برقی عکس: نزالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لائبریری

تجلّیِ نور (جلد دوم): سید نورالدین زیدی، جون پور، اعظم المطابع، ۱۹۰۰ء

تذکرۂ اولیاے کاملین [اُردو ترجمہ: روضۂ اقطاب]: سیّد محمد بلاق دہلوی، مترجم، ناشناس، نذیر سنز پبلشرز، [۱۴۰۴ھ]

تذکرۂ اولیاے ہند (کامل): مرزا محمد اختر دہلوی، دہلی، کتب خانہ میور پریس، ۱۹۲۸ء، سوم

تذکرۂ علما: محمد حسین آزاد، لاہور، کریمی پریس، [۱۹۲۲ء]

تذکرۂ علماے ہند: رحمان علی، ترجمہ وتدوین، ڈاکٹر محمد ایوب قادری، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۲۰۰۳ء

تذکرہ مشاہیر سندھ (جلد دوم، سوم): مولانا دین محمد وفائی، ترجمہ وترتیب، ڈاکٹر عزیز انصاری، عبداللہ دریاہ، جام شورو (سندھ)، سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۵ء

تذکرۂ مشائخِ شیرازِ ہند (جون پور): ڈاکٹر میاں محمد، لاہور، اسلامک بک پبلشر، ۱۹۸۵ء

تذکرۃ المصنفین المعروف به تراجم العلماء: مفتی محمد عثمان قاسمی، نوشہرہ، القاسم اکیڈمی، ۲۰۰۵ء

تواریخِ آئینۂ تصوّف: شاہ محمد حسن صابری، قصور، محمد سلطان صابری فاروقی، اکتوبر ۱۹۷۱ء

تیرھویں صدی کے علمائے برصغیر [اردو ترجمہ: نزهة الخواطر، جلد ہفتم]: مترجم، مولانا

انوارالحق قاسمی، کراچی، دارالاشاعت، اپریل ۲۰۰۶ء

ثمرات القدس من شجرات الانس: میرزا لعل بیگ لعلی بدخشی، مرتب، ڈاکٹر سیّد کمال حاج جوادی، تہران، پژوہشگاہ علومِ انسانی ومطالعاتِ فرہنگی، ۱۳۷۶ش

چودھویں صدی کے علمائے برصغیر [اردو ترجمہ: نزھة الخواطر، جلد ہشتم]: مترجم، مولانا انوارالحق قاسمی، کراچی، دارالاشاعت، ۲۰۰۴ء

حالات مصنفینِ درسِ نظامی: محمد حنیف گنگوہی، کراچی، دارالاشاعت، [۱۳۸۹ھ]

حدائقِ الحنفیہ: مولوی فقیر محمد جہلمی، لکھنؤ، منشی نول کشور پریس، ۱۹۰۶ء

حدیقۂ محمودیہ [اردو ترجمہ: روضۃ القیومیہ]: خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی، مترجم، ولی اللہ صدیقی، فریدکوٹ، مطبع بلبیر پریس، [۱۳۱۸ھ]

حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار: امام بخش، [لاہور]، س ن

حدیقۃ الاولیاء: مفتی غلام سرور لاہوری، تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی، لاہور، تصوف فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء، دوم

حضرات القدس: شیخ بدرالدین سرہندی، بتصحیح، مولانا محبوب الٰہی، لاہور، محکمۂ اوقاف، ۱۹۷۱ء

حضرت مجدد الف ثانی، حالات، افکار وخدمات: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی، ادارۂ مسعودیہ، ۱۹۹۵ء

حضرت مجدد الف ثانی: سیّد زوار حسین شاہ، کراچی، ادارۂ مجددیہ، ۱۹۷۳ء

حضرت مجدد اور ان کے ناقدین: شاہ ابوالحسن زید فاروقی، شرق پور، انجمن حزب الرسول و دارالمبلغین، س ن

حیاتِ جلیل: مقبول احمد صمدانی، الہ آباد، رام نرائن لال پبلشر، ۱۹۲۹ء

حیاتِ شیخ عبدالحق محدث دھلوی: خلیق احمد نظامی، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۳ء، اول

خزانۂ عامرہ: میر غلام علی آزاد بلگرامی؛ کان پور، نول کشور پریس، ۱۸۷۱ء

خزینة الاصفیا: مفتی غلام سرور لاہوری، لاہور، مطبع ہوپ، ۱۲۸۳ھ، اول

خزینة الاصفیا (جلد دوم): مفتی غلام سرور لاہوری، لکھنؤ، نول کشور، ۱۹۱۶ء

دلی کے آثارِ قدیمہ: ترتیب و ترجمہ: خلیق انجم، لاہور، فیمس بکس، ۱۹۸۹ء، اوّل

ذخیرۃ الخوانین (جلد اول): شیخ فرید بھکری، مقدمہ، تصحیح، ترتیب و حواشی، ڈاکٹر سید معین الحق، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۱ء

ذکر الاصفیامعروف بہ تکملہ سیر الاولیاء: خواجہ گل محمد احمد پوری، اردو ترجمہ، مسعود حسن شہاب، بہاول، پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، دوم

ذکر جمیع اولیای دھلی: حبیب اللہ، بہ تصحیح و تعلیقات، دکتر شریف حسین قاسمی، ٹونک، عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، ۸۸-۱۹۸۷ء

رودِ کوثر: شیخ محمد اکرام، لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، سیزدہم

رسالة فی ترجمة الشیخ عبدالله البصری: (خطی)، شیخ عبداللہ بن الشماع، ریاض، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ۲۰۰۵/خ

روضة القیومیه (جلد اول): (خطی)، ابوالفیض کمال الدین محمد احسان، للہ/ضلع جہلم، کتب خانہ پیر مطلوب الرسول مجددی، کاتبان، محمد یونس، پیر بخش، حیدر اللہ خان، غرہ صفر ۱۳۰۱ھ: برقی عکس: نڑالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لائبریری

روضة القیومیه (جلد اول): محمد احسان مجددی، لاہور، مکتبۂ نبویہ، ۱۹۹۶ء

ریاض العارفین (جلد دوم): آفتاب رای لکھنوی، بہ تصحیح، سیّد حسام الدین راشدی، اسلام آباد، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

زادالمتقین فی سلوك طریق الیقین: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی، کراچی، الرحیم اکیڈمی، ۱۳ رجب ۱۴۱۹ھ/۳ نومبر ۱۹۹۸ء

زبدة المقامات: محمد ہاشم کشمی، استانبول، المکتبۃ ایشیق، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

سفینۃ الاولیا: محمد داراشکوہ، لکھنؤ، نول کشور پریس، ۱۸۷۲ء

سفینۃ الاولیا: شہزادہ داراشکوہ، اُردو ترجمہ، مولانا محمد وارث کامل، لاہور، مدنی کتب خانہ، [۱۹۶۱ء]

سوانح عمری علامہ عبدالحکیم سیال کوٹی: محمد الدین فوق، تدوین: ڈاکٹر ہمایوں عباس،، سیال کوٹ، انتظامیہ جامع مسجد علاّمہ عبدالحکیم، فروری ۲۰۰۹ء

سمات الاخیار: حکیم عبدالمجید کاتب، بہرائچ، اکلیل المطابع، ۱۹۲۶ء

سیر الاولیاء: سید محمد بن مبارک علوی کرمانی معروف بہ امیر خورد، دہلی، مطبع محبّ ہند، شعبان ۱۳۰۲ھ، اول

سیرتِ امامِ ربانی: ابوالبیان محمد داؤد پسروری، کراچی، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، ۱۴۰۹ھ

سیرتِ مجدد الف ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۶ء، اوّل

طبقات الاولیا فی مدینۃ الاولیا مع شرح باقیات الصالحات: (خطی)، مولوی سعدالدین نصیر چشتی بدایونی / مولوی عبدالوالی چشتی بدایونی، نزالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر جان لائبریری، مکتوبہ، ۱۲/ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ

علماءِ ہند کا شاندار ماضی (جلد اوّل): سیّد محمد میاں، لاہور، مکتبۂ مدنیہ، ۱۹۷۷ء

علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصّہ: ڈاکٹر محمد اسحاق، ترجمہ، شاہد حسین رزاقی، لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۷ء

عمدۃ المقامات: حاجی محمد فضل اللہ، کابل، نعمان کتب خانہ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

عملِ صالح الموسوم بہ شاہ جہان نامہ (جلد سوم): محمد صالح کمبوہ، ترتیب وتحشیہ، ڈاکٹر غلام یزدانی، لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، فروری ۱۹۷۲ء

عہدِ بنگش کی سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ: مفتی ولی اللہ فرخ آبادی، مرتب، محمد ایوب قادری، کراچی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۶۵ء

فرحت الناظرین (شخصیات): محمد اسلم ابن محمد حفیظ انصاری پسروری، مرتبہ ومترجمہ، پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ پاکستان، ۱۹۷۲ء

فوائدالفواد: خواجہ امیر حسن علاء سجزی، لکھنؤ، نول کشور، ۱۳۰۲ھ

کلمات الصادقین: محمد صادق دہلوی کشمیری ہمدانی، مرتب، دکتر محمد سلیم اختر، اسلام آباد، مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۸ء

مآثر الامراء (جلد سوم): صمصام الدولہ شاہ نواز خان، مترجمہ ومرتبہ: محمد ایوب قادری، لاہور، مرکزی اُردو بورڈ، اوّل، ۱۹۶۸ء

مآثر الکرام: میر غلام علی آزاد بلگرامی، تصحیح وحواشی، مولانا محمد عبدہ، لاہور، مکتبہ احیاالعلوم الشرقیہ، اکتوبر ۱۹۷۱ء

مآثر لاهور: سید ہاشمی فرید آبادی، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۶ء، دوم

مجددِ ہزارۂ دوم: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی،؛ ادارۂ معارف مجددیہ، ۱۹۹۷ء

مخزن الغرائب (جلد چہارم): احمد علی خان ہاشمی سندیلوی، بہ اہتمام: دکتر محمد باقر، اسلام آباد، مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

مردانِ خدا: ضیاء علی خان اشرفی، بدایوں، مؤلف خود، نومبر ۱۹۷۶ء

مرلۃ الاسرار: (خطی) شیخ عبدالرحمان چشتی، اسلام آباد، کتاب خانہ گنج بخش، کتابت، ۲، رجب ۱۳۰۱ھ، شمارہ، ۱۳۲۷۸: برقی عکس: نزالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر جان لائبریری

مزاراتِ اولیاے دھلی (حصہ اوّل): محمد عالم شاہ فریدی، دہلی، جانِ جہان پریس، ۱۳۳۰ھ

مشائخِ احمد آباد (جلد اوّل ودوم): محمد یوسف ابن سلیمان متالا، کراچی، کتب خانۂ انور شاہ، ۱۹۹۳ء

معارج الولایت: (خطی)، غلام معین الدین عبداللہ خویشگی قصوری، لاہور، جامعۂ پنجاب لائبریری، ذخیرۂ آذر، مکتوبہ، ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ، شمارہ، H۲۵: برقی عکس: نزالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لائبریری

مفتاح العارفین: (خطی)، عبدالفتاح، لاہور، جامعۂ پنجاب لائبریری، ذخیرۂ شیرانی، شمارہ ۱۶۱۳/۴۶۶۳: برقی عکس: نزالی/تحصیل گوجر خان، مخدومہ امیر خان لائبریری

مقالات الشعرا: میر علی شیر قانع تتوی، مقدمہ وتصحیح وحواشی، سیّد حسام الدین راشدی، کراچی، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ء

مقالاتِ شبلی (حصّہ سوم): مرتبہ: سیّد سلیمان ندوی، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۵۵ء

مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی: محمد حسن نقش بندی، لاہور، ملک فضل الدین، چنن الدین، تاج الدین، س ن

میرا کتب خانہ حضرو کی اُردو کتب کی توضیحی فہرست: اسد قیوم، اسلام آباد، شعبۂ اُردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء، (غیر مطبوعہ)

نزهة الخواطر (جلد اول): سیّد عبدالحیّ، اُردو ترجمہ: ابویحییٰ امام خاں نوشہروی، لاہور، مقبول اکیڈمی، س ن

نظامی بنسری [ملخص وترجمہ: چهل روزه]: خواجہ حسن نظامی، دہلی، کمال پریس، ستمبر ۱۹۴۵ء

نقدِ عمر: عارف نوشاہی، لاہور، اورینٹل پبلی کیشنز، اپریل ۲۰۰۵ء

وصالِ احمدیه: شیخ بدرالدین سرہندی، سیالکوٹ، اسلامیہ کتب خانہ، ۱۳۹۶ھ

هدیۂ احمدیه: مولوی شیخ احمد مکی، کان پور، مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں: ڈاکٹر محمد قدوائی، نئی دہلی، مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، اگست ۱۹۷۳ء

مجلّات:

اردو (سہ ماہی): کراچی، جلد ۵۵، شمارہ ۱، ۱۹۷۹ء

الفرقان: (مجدد الف ثانی نمبر) مرتب، محمد منظور نعمانی لکھنؤ، شمارہ، شعبان تا شوال ۱۳۵۷ھ

تحقیق (شمارۂ خاص): مدیر: ڈاکٹر نجم الاسلام، حیدرآباد، شعبۂ اُردو، سندھ یونی ورسٹی، ۹۷-۱۹۹۶ء

جرنل آف ریسرچ (اُردو): ملتان، شعبۂ اُردو، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی، جون ۲۰۱۰ء

راوی آزاد نمبر (منتخب مضامین)، مرتبہ ڈاکٹر سعادت سعید، لاہور، شعبۂ اُردو، جی سی یونی ورسٹی، ۲۰۱۰ء

فکر و نظر (سہ ماہی): اسلام آباد، جلد ۳۴، شمارہ ۳

معارف (ماہ نامہ): اعظم گڑھ، جنوری-ستمبر ۱۹۵۹ء، جون ۱۹۶۰ء

نقوش (لاہور نمبر ۲): لاہور، ادارۂ فروغ اُردو، فروری ۱۹۶۲ء

❀ ❀ ❀

اشاریہ

☆ اماکن

☆ رجال

☆ کتب ورسائل

اماکن

آگرہ ۱۰۸
اترولی ۶۰، ۱۰۸
اُجین ۴۴، ۸۴،
احمد آباد ۸۶
احمد نگر ۴۶، ۵۸
احمد آباد ۶۰، ۶۱
اسلام آباد ۷۱
اعظم گڑھ ۷۱
اکبر آباد ۴۵، ۴۹، ۵۰، ۵۲، ۹۶
الہ آباد ۱۰۸
امن آباد ۶۳
امیتی[امیٹھی] ۵۳، ۵۵، ۵۶، ۱۰۱
اودھ ۷۲
اورنگ آباد ۵۸، ۶۳، ۶۵، ۱۱۴، ۱۱۵
ایران ۶۶
بالاپور ۶۳، ۶۴
بحرِ ہند ۴۰
بخارا ۹۳، ۹۶،
بدایوں ۷۰، ۷۱
بروتہ ۹۸
برہان پور ۴۲، ۵۸، ۸۲
بغداد ۳۶
بقیع ۶۲
بلخ ۹۶
بلگرام ۵۶، ۵۹، ۶۰، ۶۳، ۶۵، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۱۴
بلوچ ٹولہ ۹۶
بمبئی ۶۴
بنارس ۵۵، ۱۰۳
بندرسرہ ۵۹، ۶۴، ۶۵
بہار ۵۴، ۸۲، ۱۰۲
بھڑوچ ۸۸
بھکر ۵۶، ۵۹، ۱۱۱
بیجاپور ۴۶
بیمری ۶۴
بَرَوج ۸۸
پٹن (نہروالا) ۸۴
پنجاب ۹۷
پورب ۶۱
تلمبہ ۸۰
توران ۶۶
تھانیسر ۷۶
ٹھٹھہ ۱۱۱
جاپانیر ۴۴
جرجان ۶۹
جون پور ۴۰، ۴۲، ۵۰، ۸۱، ۹۶، ۹۸، ۱۰۳
چاندپورہ ۱۰۲
حجاز ۸۲

حوضِ شمسی ۳۸، ۹۳
حیدرآباد ۵۴
خان پور ۸۶
خجند ۶۳
خیرآباد ۴۱، ۷۹
دکن ۵۴، ۵۶، ۵۸، ۶۳، ۶۴، ۱۱۴
دولت آباد ۳۹
دہلی (دلی) ۳۷-۴۰، ۴۲، ۴۷، ۵۶، ۷۰،
۷۲-۷۴، ۷۶، ۸۰، ۹۳، ۹۴، ۱۰۰، ۱۰۹
رائے بریلی ۱۰۸
رشید آباد ۹۸
روم ۴۸
ریاض ۱۱۳
سارنگ پور ۸۴
سراندیپ ۶۴
سرائے الہ دین ۸۲
سرہند (سہرند) ۴۷، ۴۸، ۸۹
سکھر ۱۱۱
سمرقند ۷۶
سندھ ۵۹، ۶۲
سورت ۱۰۸
سوہدرہ ۹۷
سہالی ۵۳، ۱۰۰، ۱۱۰
سیال کوٹ ۴۷، ۵۱، ۹۶، ۹۷
سیوستان ۵۶، ۵۹
سیلون ۵۹، ۱۰۸
شام ۴۸
شاہ جہان آباد ۵۶، ۶۰، ۶۳
شمس آباد ۵۳، ۱۰۱
شیراز ۳۹، ۵۷، ۵۸، ۷۵
صغان (چغان) ۳۶، ۷۰
عادل پور ۱۱۱
عجم ۳۵، ۶۲
عدن ۳۷
عرب ۶۲، ۸۵
علی پور ۱۱۱
غزنی ۷۰، ۷۳
فتن [پٹن] ۴۴
فرنگی محل ۱۰۱، ۱۱۰
قنوج ۱۰۱
کابل ۵۲-۵۴، ۸۹، ۱۰۰
کالپی ۳۹، ۴۰، ۷۶
کرا ۵۴
کریہ ۶۶
کڑا ۱۰۲
کوکن ۷۸
کول ۷۰
کوہِ احد ۴۶
گجرات ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۵۶، ۸۲، ۸۴، ۸۸
گول کنڈہ ۵۷، ۵۸،
گھوسی ۱۰۳
لاہور ۳۵، ۳۶، ۵۲، ۵۳، ۶۴، ۶۹، ۷۰، ۷۳، ۹۶
لکھنؤ ۴۱، ۵۴، ۵۵، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۱۰، ۱۱۳
مالوہ ۴۶
ماوراء النہر ۷۰، ۹۳
ماہور ۵۸

محبّ علی پور ۱۰۲

محمد نگر ۱۰۹

مدرسۂ منصوریہ ۵۷، ۵۸

مدرسۂ ہدایت بخش ۱۰۹

مدینہ منورہ ۴۰، ۴۷، ۵۸، ۶۲، ۶۴، ۶۵، ۷۸، ۸۳، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۱۳

مسجد الحرام ۱۱۲

مسجد نبوی ۱۱۲

مکہ معظمہ ۳۶، ۳۷، ۴۲، ۴۴، ۴۹، ۵۷، ۵۸، ۶۲، ۶۴، ۶۵، ۸۲، ۸۴، ۱۱۲

ملتان ۴۳، ۸۰

مہائم ۴۰

ہرات ۵۲، ۹۹، ۱۰۰

ہندوستان (ہند) ۳۵–۳۷، ۳۹، ۴۸، ۵۲، ۵۴، ۵۷، ۵۹، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۷۰، ۸۴، ۸۵، ۹۲، ۹۳، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۶

رجال

آبان بن عثمان ۱۰۳
آدم بنوری ۹۰
آزاد بلگرامی ۸۸
آصف خاں ۵۰
آغا محمد ترک ۹۳
ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی ۷۷، ۸۰
ابراہیم سلطان ۴۶
ابن حجر الہیثمی ۸۴
ابن کمل [ابنِ کمال] ۳۷
ابن حجر مکی ۴۳
ابوالحسن محمد ۱۱۱
ابوعبد القاسم بن السلام ۷۰
ابوالبیان محمد داؤد پسروری ۹۱
ابوالحسن ۵۸، ۱۱۱
ابوالحسن بھکری ۴۲، ۴۳، ۸۴
ابوالحسن زید فاروقی ۹۱
ابوالحسن سندھی ۶۲، ۱۱۱
ابوالفیض فیضی ۴۵، ۴۶، ۸۷
ابوالمجد محبوب عالم ۱۰۹
احسن اللہ ۶۰
احمد بن عبدالرحمٰن سندھی ۱۱۱
احمد بیگ ۶۲
احمد پیرو ۷۹
احمد تھانیسری ۳۹، ۷۶
احمد حسینی واسطی بلگرامی ۵۶
احمد سلیمانی احمد آبادی ۶۰
احمد شادی ۴۶، ۴۷، ۸۸
احمد معروف بہ مُلّا جیون صدیقی ۵۵
احمد (مجدد) ۴۷
اعظم لکھنوی ۴۱
افضل جون پوری ۵۰
اکبر بادشاہ ۴۴، ۴۵
المستعصر ۷۰
الملک عبدالعزیز ۱۱۳
الہ داد جون پوری ۴۲، ۷۷، ۸۱
الہدیہ خیرآبادی ۸۰
امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی ۵۴، ۱۰۱-۱۰۳، ۱۱۰
امیر تیمور ۳۹، ۴۰، ۷۶
امیر حیدر معمائی کاشانی ۴۶
اورنگ زیب عالم گیر ۵۲، ۵۴-۵۸، ۱۰۸، ۱۱۰
اولاد محمد ذکا ۱۱۳
ایوب انصاریؓ ۱۰۰
بدرالدین سرہندی ۹۰، ۹۲
برہان الدین ۴۶، ۷۰
برہان الدین سمہوی ۸۴
برہان الدین مرغینانی ۷۶
بہاالدین مکی ۸۵

بھکھاری جون پوری	۸۱
پیر محمد سلونی	۵۹
پیر محمد لکھنوی	۵۵
تاج الدین مالکی	۶۲
جعفر بن زید بن علی	۱۰۶
جعفر بن کمال الدین شیعی بحرانی	۱۰۶
جمال الدین عبداللہ بن سالم	۱۱۲
جمال الدین محمد	۸۴
جمال خان دہلوی	۸۰
جہانگیر اشرف سمنانی	۷۷
جہاں گیر	۹۶،۹۵،۵۰
حبیب اللہ	۱۰۳،۸۸
حجاج ابن یوسف	۴۰
حسام الدین ملتانی	۴۲
حسام الدین متقی	۸۲،۴۳
حسن ابن محمد ابن حسن ابن حیدر صغانی (حسن صغانی)	۷۱،۷۰،۳۶
حسن رسول نما	۱۰۹
حسن صغانی لاہوری	۳۶
حسن قزاقی	۸۸
حقانی ٹانڈوی	۱۱۰
حمید الدین احمد آبادی	۹۰
حمید الدین دہلوی	۳۷
حمید الدین	۷۳
خداگل	۷۵
خرم علی بلہوری	۷۰
خلیفہ ناصر	۷۰
خلیق احمد نظامی	۹۴،۷۰
خواجگی دہلوی	۷۶،۴۰،۳۹
خواجہ عبدالباقی	۴۷
خواجہ محمد سعید	۸۹
خواجہ محمد صادق	۸۹
خواجہ محمد معصوم	۹۴،۸۹
خواجہ معین الاولیا	۷۳
داراشکوہ	۸۳
دانیال جوراسی [چوراسی]	۵۳
راجی حامد شاہ مانک پوری	۸۱،۴۲
رحمان علی	۷۷
رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی	۸۳
رضا بن محمد صفی الدین السنوسی	۱۱۳،۱۱۲
رضی الدین حسن بدایونی	۷۰
رضی الدین حسن بن محمد الصغانی	۷۰
رضی الدین صغانی بدایونی	۷۱،۷۰
رفیع الدین	۸۹
رفیع القدر	۵۴
رکن الدین	۷۴
رکن الدین الشریحی الکندی الدہلوی	۳۹،۳۸
روح اللہ حسینی	۳۶
روح اللہ حسینی	۸۸
زید ابوالحسن فاروقی	۸۹
زین الدین	۷۸
زین العابدین سندیلوی	۱۰۱
سری سقطی	۹۸
سعد الدین خیرآبادی	۷۹
سعد الدین خیرآبادی	۴۱
سعد اللہ سلونی	۱۰۸،۵۹

سعد بن سلمان ۳۵
سعد اللہ بلگرامی ۶۰
سعید بن عذاز ۷۰
سکندر [کیتھلی] ۴۷
سلطان ابراہیم شرقی ۳۵، ۴۰، ۶۹، ۷۷
سلطان ابو اسحاق ۳۹
سلطان التمش ۷۰
سلطان حسین شاہ شرقی ۸۱
سلطان سکندر لودھی ۴۲، ۸۰، ۸۱
سلطان علاؤ الدین خلجی ۹۳
سلطان محمد ابن تغلق شاہ ۳۸
سلطان محمد غوری ۹۵
سلطان محمود ثانی ۸۵
سید ابو القاسم ۸۵
سید احمد ۵۷، ۵۸
سید السعد بلخی ۴۷
سید خورد زیدپوری ۸۰
سید سلطان ۵۷، ۵۸
سید طفیل محمد ۵۹
سید علی ۵۸
سید مبارک بلگرامی ۵۶
سید محمد ۶۳
سید محمد ابن سید عبد الجلیل بلگرامی ۵۹
سید محمد بلگرامی ۶۳، ۶۵
سید محمد جون پوری ۴۴
سید معصوم ۵۷
سید میر ۴۷
سیدنا محمدؐ ۴۳
سیف الدین ۹۳
سیف الدین محمد ۱۰۵
سیف الدین محمود ۳۵
سیوطی (امام) ۴۲
سیّد علی ۱۰۶
سیّد محمد بلگرامی ۱۰۷
شاہ باجن چشتی برہان پوری ۸۲
شاہ جہان ۴۸-۵۲، ۹۹، ۹۶
شاہ دولہ گجراتی ۹۷
شاہ عالم ۵۵
شاہ عالم اوّل ۵۴
شاہ عباس ثانی صفوی ۵۷
شاہ فرید الدین ۱۰۲
شاہ محمد ۴۹، ۹۵
شاہ محمد غوث گوالیاری ۸۶
شاہ محمد یحییٰ ۸۹
شاہ مسافر عجدوانی ۶۶
شاہ مینا لکھنوی ۸۰
شبلی نعمانی ۱۱۰
شریف احمد شرافت نوشاہی ۹۷
شکر اللہ اترولوی ۱۰۲
شکر اللہ بلگرامی ۶۰
شمس الدین ۹۶
شمس الدین بن عمر الزاولی ۳۹
شمس الدین یحییٰ اودھی ۳۷، ۷۱
شمس نور برونی ۹۸
شہاب الدین ۷۷، ۷۸
شہاب الدین دولت آبادی ۳۹، ۷۴، ۸۱

شہاب الدین غوری	۷۳
شہاب الدین گوپاموی	۱۰۱
شہاب الدین محمد بن احمد الخطیب	۱۰۷
شیخ ابوسعید	۱۰۴
شیخ احمد	۱۰۴
شیخ احمد مکی	۹۲
شیخ باجن	۴۳
شیخ بہلول	۵۲
شیخ پیر محمد	۱۰۴
شیخ حمید بنگالی	۹۰
شیخ عبدالحی	۹۰
شیخ عبداللہ ابن شیخ سالم بصری مکی	۵۹، ۶۲
شیخ عبداللہ بن سعد اللہ سندھی”	۸۳
شیخ علی ابن شیخ احمد مہائمی	۴۰
شیخ علی متقی	۴۲، ۴۳
شیخ عیسیٰ مغربی	۶۲
شیخ قاضن	۴۴
شیخ مبارک	۴۵، ۸۷
شیخ مبارک سندیلوی	۸۰
شیخ مصطفیٰ	۵۱
شیخ معروف	۸۱
شیخ مینا لکھنوی	۷۹
شیخ ناگوری	۸۴
شیخ نورالحق	۹۴
صبغت اللہ بروجی	۴۶
صدرالدین ناوی	۷۲
صدرالدین قونوی	۴۱
صدیق اکبر	۱۰۴
صفت اللہ محدث خیرآبادی	۱۰۱
صفی جون پوری	۷۷
صفی سائی پوری	۸۰
ضیا احمد بدایونی	۷۰
ضیاء الدین	۶۲
طاہر بدخشی	۹۰
طاہر بن علی پٹنی	۸۳، ۸۴
طفیل محمد اترولوی	۶۰، ۶۳، ۶۵، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۸
ظریف عظیم آبادی	۱۱۰
ظہیر الدین	۶۳
ظہیر الدین بھکری	۳۷، ۷۲
عارف حکمت	۱۱۳
عالم گیر	دیکھیے: اورنگ زیب عالم گیر
عبدالمالک عادل جون پوری	۸۱، ۹۸
عبدالاحد فاروقی سرہندی	۴۷
عبدالجلیل بلگرامی	۵۶، ۶۰، ۶۳، ۶۵، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۱۳
عبدالحق محدث دہلوی	۴۹، ۴۸، ۷۳، ۷۶، ۷۸، ۹۰، ۹۳، ۹۴، ۹۶
عبدالحکیم	۸۲
عبدالحکیم ابن شیخ باجن	۴۳
عبدالحکیم سیالکوٹی	۵۰، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰
عبدالحلیم	۹۶، ۱۰۰
عبدالحلیم انصاری سہالوی	۱۰۲
عبدالرحمان	۴۷
عبدالرحیم خان خاناں	۴۴
عبدالرزاق باسوی [بانسوی]	۶۱
عبدالرشید جون پوری	۵۱، ۱۱۰

عبدالرشید لاہوری ۱۱۱
عبدالسلام دیوی ۵۳
عبدالشکور ۱۰۸
عبدالشکور بہاری ۱۰۲
عبدالعظیم ۸۸
عبدالعلی ۱۰۸
عبدالغفور ثمرقندی ۹۰
عبدالقادر ابن شیخ ابی بکر ۴۴
عبداللہ ابن الہ داد العثمانی التلبنی [تلمبی] ۴۲،۴۱
عبداللہ امیٹھوی ۱۱۰
عبداللہ انصاری ہراتی ۱۰۰
عبداللہ بادشاہ ۵۷
عبداللہ بن ابراہیم سندھی ۸۳
عبداللہ بن الشماع ۱۱۳
عبداللہ بن محمد بن البصری المکی ۱۱۳
عبداللہ (مولانا) ۸۱،۸۰
عبدالمقتدر ۷۶،۷۴،۳۹،۳۸
عبدالملک ۸۳
عبدالملک بنیانی عباسی ۸۵
عبدالولی (عزلت) ۱۰۸
عبدالوہاب ۴۹
عبدالوہاب متقی ۸۳
عبدالہادی سندھی مدنی ۱۱۱
عصمت اللہ سہارن پوری ۴۸
عضدالدین ایجی ۷۵،۵۰،۳۸
عطاءاللہ لکھنوی ۵۵
علامہ بزودی ۶۰
علاوالدین انصاری ۱۰۰
علی ابن حسام الدین متقی ۴۳
علی بن احمد بن علی مہائمی ۷۸
علی بن زہری ۱۱۱
علی بن سید احمد ۵۷
علی بن صادق داغستانی ۱۱۱
علی متقی ۸۴
علیم اللہ ۱۱۱
علیم اللہ گجندوی [خجندی] ۶۰
عماد طارمی ۴۴
عمر ابن خطاب ۸۹،۳۶
عمر بن عثمان ۱۰۳
عمر فاروقؓ دیکھیے: عمر ابن خطاب
عمید الملک ۶۹
عنایت اللہ ۶۳
عوض بیگ ۶۲
عیسیٰ بن البصری ۱۱۲
غلام سرور لاہوری ۷۲، ۷۸، ۷۹، ۸۲، ۸۶، ۹۷، ۱۰۴
غلام علی بن نوح واسطی بلگرامی ۱۱۱
غلام علی آزاد ۶۳، ۶۵، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۱۴
غلام محمد برہان پوری ۱۱۰
غلام نقش بند لکھنوی ۵۵، ۵۶، ۹۱، ۱۰۳
فرخ سیر ۵۶، ۵۹
فریدالدین شافعی ۷۴،۳۷
فریدالدین احمد آبادی ۶۰
فضل اللہ جون پوری ۵۱
قاضی بڈھن ۷۹
قاضی عضد دیکھیے: عضدالدین ایجی

قاضی گھاسی بن داؤد الہ آبادی ۱۰۱
قدوائی امامی ۷۹
قطب الدین ۱۰۲
قطب الدین ایبک ۷۰
قطب الدین بختیار کاکی ۷۴
قطب الدین رازی ۵۲
قطب الدین شمس آبادی ۵۳، ۵۴، ۶۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۱۰
قطب الدین شہید سہالوی ۵۳، ۶۱، ۱۰۰
قطب الدین نہروالی ۸۴
قطب شاہ ۵۷، ۵۸
قمر الدین اورنگ آبادی ۶۳، ۶۴، ۶۵
کاسی [گھاسی بن داؤد الہ آبادی] ۵۳
کریم الدین بابا حسن ابدالی ۹۰
کمال الدین عظیم آبادی ۱۱۰
کمال الدین کشمیری ۴۷، ۵۰، ۹۶
لطف اللہ بلگرامی ۶۳، ۶۵
لطف اللہ جہاں آبادی ۱۰۴
لعل بیگ لعلی بدخشی ۷۰
لطف اللہ کوری ۵۵
مجد الدین ۸۸
مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی) ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۴، ۹۶، ۹۷
محب اللہ الہ آبادی ۵۳
محب اللہ بہاری ۵۴، ۵۵، ۱۰۱، ۱۰۲
محب اللہ مانا پوری ۹۰
محبوب عالم احمد آبادی ۶۰
محمد ۷۶
محمد ابن محمد سخاوی ۴۳
محمد احسان مجددی سرہندی ۹۱
محمد اسحٰق ۱۱۱
محمد اسلم ہروی کابلی ۹۹
محمد اسلم ہروی کابلی ۵۲
محمد اسلم (قاضی) ۵۲
محمد اشرف ۹۰
محمد اشرف بلگرامی ۶۳
محمد اعظم بن عبد الرسول ۹۲
محمد اقبال مجددی ۸۹، ۹۰
محمد الدین فوق ۹۸
محمد امین ٹھٹھوی ۱۱۱
محمد بابلی ۶۲
محمد بن سعود ۱۱۳
محمد بن شاہ محمد ۹۵
محمد بن علی حشری عاملی ۱۰۶
محمد بن محمد مالکی ۸۵
محمد حیات ۱۱۱
محمد حیات سندھی مدنی ۶۲، ۶۵
محمد رضا ۱۰۵
محمد زمان راسخ سہرندی ۱۰۵
محمد سعید ۱۱۰، ۱۱۱
محمد صادق سندھی ۱۱۱
محمد صالح احمد آبادی ۶۰
محمد طاہر فتنی [پٹنی] ۴۳
محمد عثمان القاسمی ۹۶
محمد عقیلہ مکی ۴۶
محمد عیسیٰ ۹۰

محمد عیسیٰ جون پوری ۷۷
محمد غوث ۴۷
محمد غوثی شطاری ۷۵
محمد غوث (گوالیاری) ۵۹
محمد فرخ ۹۰
محمد فضل اللہ ۹۲
محمد لکھنوی ۱۰۳
محمد ماہ دیوگامی ۱۰۳
محمد مسعود احمد ۸۹،۹۱،۹۲
محمد معین الدین ۱۱۱
محمد نعمان ۹۰
محمد ہاشم کشمی ۹۰،۹۱
محمد یحییٰ المعروف خوب اللہ الٰہ آبادی ۱۰۳
محمد یوسف ۶۳،۹۶،۱۱۳
محمد امین قزوینی ۹۷
محمد بن سالم ۱۱۲
محمد حسن نقش بندی ۹۲
محمود ابن سلیمان کفوی ۳۶
محمود احمد فاروقی ۸۱
محمود فاروقی جون پوری ۴۹،۵۴،۹۵
محی الدین عربی (ابن عربی) ۴۰،۵۱،۵۲
مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۹
مربی بلگرامی ۶۰
مرزا عزیز کوکہ ۴۴
مرزا محمد فاضل بدخشی ۹۹
مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری ۳۵،۶۹
معصوم دشتکی شیرازی ۵۷
معین الدین عمرانی دہلوی ۳۸،۷۵
ملا جیون امیٹھی ۱۰۴
مُلا عبدالقادر ۸۷
مُلا فلاریہ ۱۱۱
ملا محمد حسن ۹۶
ملا مہتہ ۸۴
مُلا نظام ۹۶
ملا نظام الدین ۱۰۰،۱۱۰
ملک شاہ سلجوقی ۳۵
منیب اللہ ۶۳
موسیٰ قادری ۴۹
مولانا محمد حسین آزاد ۷۲،۹۲
مہدی موعود ۴۴
میاں سید جلال بدایونی ۸۱
میاں شیخ بودے ۸۱
میاں لادن ۸۰
میر احمد لاہوری ۱۰۵
میر باقر داماد استرآبادی ۵۴
میر جملہ ۵۷
میر سعد اللہ ۱۰۵
میر عبدالجلیل ۱۱۴
میر غیاث الدین منصور ۵۷
میر لطف اللہ عرف شاہ لدھا ۱۰۷
میر محمد زاہد ۵۲،۹۹،۱۰۰
میر محمد سعید ۵۷
میر محمد شفیع دہلوی ۵۵
میر نورالہدیٰ ۱۱۴
میر یوسف ۱۰۷
میر العلی ۶۴

مینا لکھنوی ۴۱
نادر شاہ ۵۹
نصر اللہ علوی ۸۵
نصیر الدین اودھی دہلوی (چراغِ دہلی) ۳۸، ۳۹،
۴۲، ۴۷، ۷۵، ۷۶
نظام الدولہ ناصر جنگ ۶۶
نظام الدین ۶۱
نظام الدین بدایونی دہلوی (نظام الدین اولیا)
۳۷، ۳۸، ۷۰، ۷۱، ۷۲
نظام المرغینانی ۷۰
نظام الملک آصف جاہ ۶۶
نوح بلگرامی ۶۵
نور الحق ۴۹
نور الہدیٰ ۶۴، ۶۵
نور محمد بہاری ۹۰
نور الدین ۶۰
نوشہ گنج بخش ۹۷
وجیہ الدین ۸۵، ۸۶
وجیہ الدین دہلوی ۱۱۰
وجیہ الدین علوی گجراتی ۴۴، ۴۶
وطواط (رشید) ۳۵
ہاشمی فرید آبادی ۷۰
ہمایوں ۸۲
یاقوت حموی ۷۰
ید اللہ سوہی ۸۴
یعقوب کشمیری ۴۷

کتب و رسائل

آبِ کوثر ۶۹

آثار الشعرا ۶۹، ۸۸

آثارِ خیر ۷۱، ۸۶

آداب البحث ۱۰۸

آداب الصالحین ۹۳

آداب للطالقه و المناظره ۹۳

اخبار الاخیار ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۷۷-۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۹۱، ۹۳-۹۵

ادلته التوحید ۴۱

اذکارِ ابرار ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۴

اردو ۹۷

ارشاد ۴۰

اسما الفاره ۷۰

اسماء الاسد ۷۰

اسماء الذئب ۷۰

اسماء الرجال ۸۵

اشارات صحیح البخاری ۱۱۲

اشعة اللمعات فی شرح المشکوٰة ۹۳

اصولِ ابراهیم شاهی ۷۷

اعراب الم ۴۱

اعلام الاخبار ۳۶

افادات ۱۰۲

اکمال منهاج العمال ۸۳

الاتعاف علی اسباب الاختلاف ۱۱۱

الامداد فی معرفة علو الاسناد ۱۱۲، ۱۱۳

البرهان فی علامة مهدی آخر الزمان ۸۳

الثبت ۱۱۳

الجزء الاشرف من المستطرف ۱۰۷

الجواهر الفرد ۱۰۲

الحدائق الندیه ۱۰۶

الدرجات الرفیعه ۱۰۶

الشجرة الطیبه ۱۱۴

الشمس المنیره ۳۶

الشوارد ۳۶

الضیاء الساری علی صحیح البخاری ۱۱۲

الطریق الامم شرح مخصوص الحکم ۶۱

العباب ۳۶

الفرقان ۹۱

الفوائد ۹۳

القصیده الخزرجیه ۱۰۳

الکلم الطیب و الغیث المهیث ۱۰۶

اللدمعة العرشید فی مسئلة وحدة الوجود ۱۰۳

المستدرک ۸۳

المستطرف فی کل فن مستظرف ۱۰۷

المسندالحجاز ۱۱۳

المغنی فی ضبط الرجال ۸۴

امورِ عامہ ۱۰۱
انشائے جلیل ۱۰۵
انوار الربیع فی انواع البدیع ۵۸
اوائل کتب الاحادیث(الاوائل البصریہ) ۱۱۲
بارھویں صدی کے علمائے برصغیر ۹۲، ۹۹–۱۰۴، ۱۰۶–۱۰۸، ۱۱۰–۱۱۵
باقیات الصالحات ۷۰
بحر ذخار ۹۴، ۹۵، ۹۷
بحرِ مواج ۷۷
بدایع المیزان فن ۳۰
بدیع البیان ۷۷
بدیع المیزان ۸۱
بوارق النور ۱۱۴
بھاگوت گیتا ۸۷
بیضاوی ۸۱، ۱۰۳
پادشاہ نامہ ۹۷
پنجابی زبان و ادب کی تاریخ ۶۹
تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان وہند ۶۹
تاریخ ادبِ اُردو ۶۹
تاریخِ بلگرام ۶۲
تاریخِ شیرازِ ہند جون پور ۷۸، ۸۲، ۹۶، ۹۸
تاریخِ مشائخ چشت ۷۱، ۷۲، ۸۳
تاریخِ وھرہ ۸۵
تبصرۃ الناظرین ۱۰۴–۱۰۷
تبیین الموضوعات ۷۰
تجلّیِ نور ۸۲، ۹۶
تحصیل الغنائم والبرکات بہ تفسیرِ سورۃ والعادیات ۹۳
تحفۃ الرسول ۱۰۸
تحفۃ العراقین ۹۵
تحفۃ المحبین ۱۱۱
تحقیق الاشارہ فی تعیم البشارۃ ۹۳
تذکرہ مشاہیر سندھ ۱۱۲
تذکرۂ مصنفینِ درسِ نظامی ۹۷
تذکرۂ اولیائے کاملین ۷۴
تذکرۂ اولیائے ہند ۷۳، ۷۴، ۷۸، ۸۰، ۸۲، ۸۴–۸۶
تذکرۂ علمائے ہند ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۶–۸۲، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۴–۱۱۲، ۱۱۴، ۱۱۵
تذکرۂ مشائخ شیرازِ ہند (جون پور) ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۲
تذکرۃ الاولیا ۶۶
تذکرۃ الشعرا ۸۷
تذکرۃ المصنفین المعروف بہ تراجم العلما ۸۱، ۹۶–۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۱۱
تذکرۃ الموضوعات ۴۴، ۸۵
تسلیہ الفواد ۶۲
تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی ۹۳
تعلیقات العوارف ۸۹
تفسیر ربانی ۶۱
تفسیر ربع قرآن ۵۵
تفسیر احمدی ۵۶، ۱۰۴

تفسیرِ بیضاوی ۵۴، ۶۱
تفسیرِ ربانی ۶۱
تفسیرِ رحمانی ۴۱
تفسیرِ سورۂ فاتحہ ۹۵
تفسیرِ مختصر ۶۱
تقسیمِ علوم ۴۰
تکمیل الایمان ۹۳
تلویح ۵۴، ۱۰۱
تلویحات ۱۰۱
تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف ۹۳
تواریخِ آئینۂ تصوف ۸۶
تیسیر الباری فی شرح صحیح البخاری ۹۵
ثمرات القدس ۷۱
جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ ۹۳
جزء لا یتجزی ۱۰۲
جمع الجوامع ۴۲
جوامع الکلم فی المواعظ و الحکم ۸۳
جواہرِ خمسہ ۴۶، ۴۷
جوہرفرد ۵۴
حاشیہ اصفہانی ۴۵
حاشیہ بر حاشیہ القدیمہ والجدیدہ ۱۰۸
حاشیہ بزودی ۴۵
حاشیہ تفسیرِ بیضاوی ۴۵، ۵۱
حاشیہ تفسیرِ مدارک ۴۲
حاشیہ تلویح ۴۵، ۶۱
حاشیہ حاشیہ عبدالغفور [بر فوائدِ ضیائیہ] ۵۱
حاشیہ رسالہ قطبیہ ۵۲
حاشیہ شرح العقاید تفتازانی ۴۵
حاشیہ شرح المقاصد ۴۵
حاشیہ شرح تجرید ۴۵، ۹۹
حاشیہ شرح تہذیب دوانی ۵۲
حاشیہ شرح چغمینی ۴۵
حاشیہ شرح حکمتہ العین ۴۵
حاشیہ شرح شمسیہ ۵۱
حاشیہ شرح عقائد [نسفی] تفتازانی ۵۱
حاشیہ شرح عقایدِ جلالی ۱۱۰
حاشیہ شرح عقایدِ دوانی ۱۱۰
حاشیہ شرح عقاید [ملا جلال] دوانی ۵۱
حاشیہ شرح مطالع [الانوار] ۵۱، ۶۱
حاشیہ شرح مواقف ۴۵، ۵۱، ۵۲، ۶۱
حاشیہ شرح مُلا جامی ۶۱
حاشیہ شرح وقایہ ۴۵، ۶۱
حاشیہ شرح ہیاکل ۵۲
حاشیہ شمس بازغہ ۱۱۰
حاشیہ شمیہ ۴۵
حاشیہ صدرا ۶۱
حاشیہ عضدی ۴۵، ۶۱
حاشیہ علیٰ تقریب التہذیب ۱۱۲
حاشیہ فوائد ضیائیہ ۴۵، ۹۲
حاشیہ قدیمہ محقق دوانی ۴۵، ۵۴
حاشیہ قویمہ حاشیہ قدیمہ ۶۱
حاشیہ مختصر ۴۵
حاشیہ مطول ۴۵، ۵۱

حاشیہ مقدماتِ[اربعہ] تلویح ۵۱
حاشیہ منہل ۶۱
حاشیہ ہدایہ ۴۵
حاشیہ ہدایۃ الحکمۃ ۱۰۸
حاشیہ یمین الوصول ۱۰۸
حاشیۂ شمسیہ ۶۱
حاشیہ[بر] حاشیہ خیالی ۵۱
حدائق الحنفیہ ۷۱، ۷۳-۸۲، ۸۴-۸۶، ۸۹-۹۲، ۹۴-۹۶، ۹۸-۱۰۶، ۱۰۸-۱۱۱، ۱۱۳-۱۱۵
حدائق السحر ۳۵
حدیث الرحمۃ ۱۱۲
حدیقۂ محمودیہ ۹۱
حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار ۷۳، ۸۰، ۸۴
حدیقۃ الاولیا ۹۰، ۹۱، ۹۴، ۹۸
حرمۃ الغنا والمزامیر ۹۲
حسامی ۳۹، ۷۵
حضرات القدس ۹۰، ۹۱
حضرت مجدد الف ثانی حالات، افکار وخدمات ۹۱
حضرت مجدد الف ثانی ۹۱
حکمتہ العین ۵۴
حل المعاقد لحاشیتہ شرح المقاصد ۶۱
حواشی برحواشی ہندیہ ۸۱
حواشی ہندیہ ۴۲
حیات جلیل ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۴، ۱۱۵
حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۸۷، ۹۴، ۹۵
حیاتِ مجدد اور ان کے ناقدین ۹۱
ختم السنن الحافظ ابن ماجہ ۱۱۲
ختم المؤطاء بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱۱۲
ختم النسائی ۱۱۲
ختم جامع الامام الترمذی ۱۱۲
ختم سنن الحافظ ابی داؤد ۱۱۲
ختم صحیح البخاری ۱۱۲
ختم صحیح مسلم ۱۱۲
خزانۂ جلالی ۷۹
خزانۂ عامرہ ۶۶، ۶۹
خزینۃ الاصفیا ۷۳، ۷۵، ۷۷-۸۰، ۸۲، ۸۴، ۸۵، ۸۷، ۹۰، ۹۱، ۹۴، ۹۵، ۹۸، ۹۹، ۱۰۵
خمسۂ فیضی ۸۷
در تقسیمِ صنائع ۷۷
در تقسیمِ علوم ۷۷
درجات العلم والعلما ۷۰
دلی کے آثارِ قدیمہ ۷۳
دیوان الشعر العربی ۱۰۶
دیوانِ فارسی ۵۲
ذخیرۃ الخوانین ۸۸
ذکر الاصفیامعروف بہ تکملہ سیر الاولیاء ۷۷
ذکر جمیع اولیای دہلی ۷۳-۷۶، ۹۴، ۹۵
ذکرِ ملوک ۹۳
رامائن ۸۷

رسالہ اثباتِ نبوت ۸۹
رسالہ ارائۃ الدقایق فی شرح مراۃ الحقایق ۴۷
رسالہ اقسام الحدیث ۹۳
رسالہ الدر الثمنیہ ۵۱
رسالہ المحکوم المربوط ۵۲
رسالہ ثبوتِ مذہبِ شیعہ ۱۰۸
رسالہ جذب وسلوک ۸۹
رسالہ چہل بیت مثنوی ۱۰۸
رسالہ در بیانِ رویا ۹۵
رسالہ در مسئلۂ وحدت الوجود ۸۹
رسالہ ردِ روافض ۸۹
رسالہ شب برات ۹۳
رسالہ عجیبہ ۴۱
رسالہ فی ابطالِ الفراغ ۱۱۱
رسالہ فی النہی عن عشق صور المرد والنسوان ۱۱۱
رسالہ فی انتصار السنۃ والعمل بالحدیث ۱۱۱
رسالہ فی بدعۃ التعزیہ ۱۱۱
رسالہ مبداء و معاد ۸۹
رسالہ معارف لدنیہ ۸۹
رسالہ مقصود الصالحین ۸۹
رسالہ مکاشفاتِ عینیہ ۸۹
رسالہ مکیہ ۴۱
رسالۂ آداب المریدین ۸۹
رسالۂ تہلیلیہ ۸۹
رسالۂ وجودیہ ۹۳
رسالۃ فی التشکیک ۱۱۳
رسالۃ فی الحدیث ۱۱۲
رسالۃ فی ترجمۃ الشیخ عبداللّٰہ البصری ۱۱۳
رشیدیہ ۵،۴۵
رقعاتِ میر عبدالجلیل ۱۰۷
رقیب باب المعروف والمنکر ۹۲
رودِ کوثر ۸۴،۸۵،۸۷-۸۹،۹۱،۹۴،۹۶، ۹۸،۱۰۱،۱۱۱،۱۱۲،۱۱۵
روضۃ الاقطاب ۷۴
روضۃ الاولیا ۱۱۵
روضۃ القیومیہ ۸۹،۹۱،۹۴،۹۸
ریاض السالکین ۱۰۶
ریاض العارفین ۶۹
زادالسالکین شرح اسرارظلومت ۵۱
زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین ۸۴
زبدۃ التواریخ ۹۵
زبدۃ المقامات ۹۱
زبدۃ المناسک ۷۰
زوارف شرح عوارف المعارف ۴۱
سبحہ المرجان فی آثارِ ہندوستان ۲۶
سبعۃ سیارۃ ۱۱۲
سروِ آزاد ۲۶
سفینۃ الاولیا ۸۳،۸۴،۸۷،۹۱
سلافتہ العصر[فی محاسن اھل العصر] ۵۸
سلم العلوم ۵۴،۱۰۲
سلیمان وبلقیس ۸۷

سمات الاخیار ۹۹
سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات
۱۱۴
سواطع الالہام ۴۶
سوانح عمری علّامہ عبدالحکیم
سیال کوٹی ۹۸
سوۃ الغریب فی غرائب البحار و
عجاب الجزائر ۱۰۶
سیرالاولیا ۷۳
سیرتِ امامِ ربانی ۹۱
سیرتِ مجدد الف ثانی ۹۲
شافیہ ۱۰۰
شاہ جہان نامہ ۹۶
شرح ابیات منہل ۴۵
شرح اربعین النووی ۱۱۱
شرح ارشاد ۴۵
شرح البخاری درۃ السحابۃ ۳۶
شرح العقیدۃ الجزریہ ۹۳
شرح الفوائد الصمدیہ ۱۰۶
شرح القلاوہ السمیطیہ فی
توشیح الدریدیہ ۳۶
شرح بزودی ۴۰،۴۱،۴۲،۷۷،۸۱
شرح تحفہ شاہیہ ۴۵
شرح تشریح الاملاک ۹۲
شرح تفسیرِ بیضاوی ۸۱
شرح تہذیب المنطق ۶۱
شرح جامی ۶۰
شرح جامِ جہان نما ۴۵
شرح چغمینی ۱۰۳
شرح حسامی ۴۱
شرح حکمتہ العین ۵۱،۱۰۱
شرح خلاصۃ السحاب ۹۲
شرح رباعیات خواجہ باقی باللّٰہ ۸۹
شرح رسالہ کلید مخازن ۴۵
شرح رسالہ ملا علی قوشجی ۴۵
شرح سفر السعادت ۹۳
شرح شمائل النبی ۸۳
شرح شمائلِ ترمذی ۹۵
شرح شمسیہ ۹۳
شرح صحیح المسلم ۹۵
شرح صحیفۃ الکاملہ[لسید الساجدین]
۵۸
شرح صدور تفسیر آیت النور ۹۳
شرح عضدی ۹۵
شرح عقائدِ علاّمہ دوانی ۵۳،۵۴
شرح عقاید نسفیہ ۱۰۱
شرح عقایدعضدیہ ۱۰۱
شرح فتوح الغیب ۹۳
شرح فصوص الحکم ۴۱
شرح قران السعدین ۹۵
شرح قصید خزجیہ ۵۵
شرح کافیہ ۴۱،۸۱
شرح مختصر ۵۴
شرح مدارک ۸۱
شرح مسلم الثبوت ۶۱
شرح مصباح ۴۱

شرح مطالع ۹۵
شرح منار الاصول ۱۱۰
شرح مواقف ۵۴
شرح میارزیہ ۱۱۰
شرح نصوص ۴۱
شرح نورالکریمتین ۱۱۴
شرح ھدا یہ ۳۷، ۴۲
شرح ھدایہ ۸۱،۹۵
شرح ھدایہ الحکمتہ ۵۱
شرحِ رسالہ کلید ۷۹
شرحِ شمسیہ ۸۰
شرحِ صحائف ۸۰
شرحِ کافیہ ۷۷
شرحِ مواقف ۷۵
شرحِ نخبہ ۴۵
شفا العلیل ۱۱۴
شمس بازغہ ۵۰،۹۶
صبحِ صادق ۵۰،۱۱۰
صحیح بخاری ۴۹،۶۲،۶۵
صواعق محرقہ ۴۳
ضوء الدراری شرح صحیح بخاری ۶۲
ضیاء الساری شرح صحیح بخاری ۵۹، ۶۲
طبقات الاولیا فی مدینۃ الاولیا مع شرح باقیات الصالحات ۷۱
عضدی ۵۲،۵۴
عقلۃ المجلان ۷۰
علماءِ ہند کاشاندار ماضی ۸۴،۸۵، ۸۷،۸۹،۹۲،۹۶،۹۸-۱۰۱،۱۰۳-۱۰۵
علمِ حدیث میں پاک وہند کا حصّہ ۷۱،۸۴،۸۵،۸۷،۹۲،۹۴،۹۵،۱۰۶،۱۱۲، ۱۱۵
عمدۃالمقامات ۹۲
غایۃ العمال ۸۳
غرائب ۷۰
غزلانِ ہند ۱۱۴
غنیۃ الطالبین ۹۷
فتاویٰ ابراھیم شاھی ۷۷
فتح المنان فی تائید النعمان ۹۳
فرحت الناظرین ۹۵،۹۸-۱۰۰،۱۰۱،۱۰۳
فرع النابت من الاصل الثابت ۶۳
فرقان الانوار ۵۵،۱۰۳
فکر ونظر ۷۱
فوائد شرح فوائد ۵۰
فوائد غیاثیہ ۵۰
فوائدالفواد ۷۱
فوائدِ ضیائیہ ۴۸
فوایدالفواد ۷۱
قانون الموضوعات و الضعفا والوضاعین ۸۵
قدوری ۱۰۳
قدیمہ ۱۱۴
قصیدہ بانت سعاد ۴۰
کافیہ ۴۰
کتاب الارشاد ۷۷
کتاب الافتعال ۳۶

کتاب التکملہ ۷۰
کتاب الضعفاء و المتروکین ۷۰
کتاب العروض ۳۶
کتاب الفرائض ۳۶
کتاب الوحدت ۴۷
کتاب عجیب فی التوحید الوجودی ۱۱۳
کشف الحجاب من احادیث الشہاب ۷۰
کشف الحق ۱۰۸
کشف الظنون ۴۷
کلمات الصادقین ۷۳،۷۴،۷۶
کنز ۳۹
کنز العمال فی سنن الاقوال والا فعال ۸۳
کنز الدقائق ۷۵
گربہ نامہ ۱۱۵
گلدستۂ نثر و نظم ۸۷
گلزارِ ابرار ۷۲-۷۵،۷۷،۷۸،۸۰،۸۳،۸۵،۸۶،۸۸،۸۹،۹۱،۹۴
گلستان ۱۰۹
گیارھویں صدی کے علمائے برصغیر ۸۸
لامعہ عرشیہ ۵۵
لسان الزمان ۴۶
لطیفۂ فیاضی ۸۷
للسبع المثانی ۶۱
لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح ۹۳
لیلاوتی ۴۶
مآثر الامراء ۱۰۰
مالا یسع ترکہ للمرید کل یوم من سنن القوم ۴۷
مآثر الکرام ۶۶،۷۱،۷۳،۷۴،۷۷،۷۹،۸۱، ۸۴،۸۵،۸۷-۸۹،۹۲،۹۴،۹۵،۱۰۲- ۱۰۶،۱۰۸-۱۱۳،۱۱۴،۱۱۵
مآثر لاہور ۶۹
متفرقہ ۵۲
مثنوی امواجِ خیال ۱۰۵
مثنوی شادی فرخ سیر بادشاہ ۱۰۵
مثنوی کتخدائی ارشاد خاں ۱۰۵
مجدد ھزارۂ دوام ۹۲
مجمع البحار ۴۴
مجمع البحرین ۷۰
مجمع السلوک ۷۹
مجمع بحار الانوار ۸۵
مجموعہ المنشآت ۴۴
محکم الاصول ۵۴
محیی القلوب ۹۵
مختصر الوفیات ۷۰
مخزن الغرائب ۶۹
مراح الارواح ۵۱
مراۃ الاسرار ۷۳،۷۵،۷۷،۸۲
مراۃ الجمال ۱۱۴
مردانِ خدا ۷۱
مزاراتِ اولیاے دھلی ۷۳
مسلم الثبوت ۵۴،۱۰۲

مشارق الانوار ۳۶، ۷۰، ۷۲
مشائخِ احمد آباد ۸۷، ۸۹
مصباح الدجی ۳۶
مطول ۱۰۱
مظہر البرکات ۱۱۴
مظہر النور ۶۴، ۶۵، ۱۱۴
معارج الولایت ۷۳، ۷۵، ۷۶-۷۸، ۸۰
معارف ۷۱
معول حاشیہ مطول ۶۱
مغالطۃ عامتہ الورود ۱۰۲
مغنی ۴۴
مفتاح العارفین ۷۷، ۸۷
مفتاح العلوم ۳۹، ۷۵
مفسر ۵۴
مقالات الشعرا ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۵
مقالاتِ شبلی ۱۰۱
مقامات امام ربانی مجددالف ثانی ۹۲
مقاماتِ خیر ۸۹
مقصود الطالبین ۵۲
ملفوظات حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی ۱۱۰
مناقب السادات ۴۰، ۷۷
مناقب الصدیقین ۷۴
منبع عیون ۴۵
منتخب التواریخ ۶۹، ۸۱، ۸۷، ۸۸، ۹۴
منتخب کنزالعمال ۸۳
منشآت جلیل ۱۰۵
منہاج العمال فی سنن الاقوال والا فعال ۸۳
مواردالکلم ۴۶
میزان الصرف ۱۰۹
میزان المنطق ۴۲
ناز ونیاز ۱۰۷
نزهۃ الخواطر ۷۱، ۷۷، ۸۰، ۸۸، ۹۲، ۹۹-۱۱۵
نظامی بنسری ۷۳
نقدِ عمر ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۵
نقوش ۶۹
نل دمن ۸۷
نوادر ۷۰
نور القاری شرح صحیح بخاری ۶۱
نورالانوار شرح منار ۵۶
وصالِ احمدیہ ۹۴
وہرہ ورشن ۸۵
ہدایہ ۳۷، ۷۶، ۸۱
ہدیۃ احمدیہ ۹۲
ہفت کشور ۸۷
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ۷۹، ۸۸، ۱۰۴
یدِ بیضا ۶۶

ضمیمہ: اوّل

الف: دیباچہ از خواجہ حسن نظامی

ب: خاتمہ از آغا محمد طاہر

(الف)

دیباچہ

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کا لکھا ہوا ایک رسالہ ان کے پوتے آغا محمد طاہر نے مجھ کو دکھایا، جس میں بڑے بڑے نام ور چالیس علماے ہندوستان کا تذکرہ ہے۔ ان میں بعض شریعتی علما ہیں۔ بعض طریقت و شریعت کے جامع ہیں اور بعض طبقۂ امرا میں شمار کرنے کے قابل ہیں مثلاً فیضی وغیرہ۔

اکثر علما کی تصنیفات کی فہرست بھی دی ہے جو بہت بڑا کام خیال کرنا چاہیے لیکن بعض عُلما کے ذکر میں یہ ضروری حِصّہ رہ گیا ہے مثلاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لاجواب تصانیف کا ذکر نہیں آیا۔

تمام بیانات مختصر ہیں اور ان میں وہ خوبی نہیں پائی جاتی جو آزاد کی تحریر کا طرۂ امتیاز ہے یا تو یہ رسالہ جلدی میں لکھا گیا ہے اور یا اس کی تحریر میں مولانا کا جی نہیں لگا یا ابتدائی مشق ہے تاہم جس شخص نے اُردو فارسی شعرا کے ایسے لاجواب تذکرے لکھے جو قیامت تک یادگار رہیں گے، اس کی قلم سے علما و مشائخ کا ذکرِ خیر بھی اچھا معلوم ہوگا اور اُردو خواں لوگوں کی واقفیت میں اضافہ کرے گا۔

اِس تذکرہ میں ہر عقیدہ اور مشرب کے علما کو جمع کیا گیا ہے اور اختلافی امور کو نمایاں کرنے سے احتیاط کی گئی ہے اس لیے اس کتاب کو ہر عقیدہ کا شخص پڑھ سکتا ہے۔

حسن نظامی

۳۰۔ مارچ ۱۹۲۲ء

(ب)

خاتمہ

جہاں قبلہ وکعبہ کی تصانیف کے شائع کرنے کا مجھے فخر حاصل ہے۔ وہاں اس تذکرہ کی وجہ سے شرمندہ بھی ہوں۔ ان کی شیریں بیانی کے سامنے اس کی روکھی پھیکی زبان کس طرح پیش کروں؟ خدا جانے لوگ کیا سمجھیں گے اور کیا کیا کچھ نہ کہیں گے مگر حقیقت یوں ہے کہ ان کے بستوں میں یہ چھوٹا سا رسالہ بھی ملا۔ اوّل میں نے اس کو کئی دفعہ خود پڑھا پھر اور علمی مذاق رکھنے والے حضرات کو دکھایا مگر آج کل ہم لوگ مذہبی علوم سے اس قدر دور ہوگئے ہیں کہ کسی نے بھی ڈھب کی بات نہ بتائی۔ اسی عرصہ [عرصے] میں میرا جانا دہلی ہو گیا۔ چونکہ یہ خیالات تازہ تھے۔ چند رسالہ [رسالے] اور یہ تذکرہ بھی ساتھ لے لیا۔ حضرت خواجہ صاحب قبلہ کو بھی دکھایا۔ انھوں نے اس کو پسند کیا اور کئی بار فرمایا کہ اس کو ضرور چھپوا دو۔ سب سے زیادہ یہ کہ اپنی عادت کے خلاف ایسا دیباچہ لکھا جس کو حقیقت سے تعلق ہے۔ ورنہ آج ہر کس وناکس اپنی کتاب اٹھائے لیے جاتا ہے کہ حضرت دیباچہ لکھ دیجیے۔ قہراً وجبراً وہ کتاب کو پڑھتے بھی ہیں اور ہر کتاب میں چند خصوصیات بھی ضرور ہوتی ہیں۔ وہ انھی کو اپنی جادو بیانی سے دیباچہ بنا دیتے ہیں۔ کچھ مصنف کی قابلیت کی تعریف ہو جاتی ہے، کچھ اور غرضے کہ دیباچہ تیار ہو جاتا ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ **تذکرۂ علما** کا دیباچہ اپنی شان میں سب سے نرالا ہے اور خواجہ صاحب نے جو حق ہے، ادا کر دیا ہے۔ اگر مجھے کبھی کچھ لکھنا آ گیا تو ضرور ایسا ہی دیباچہ لکھا کروں گا۔

اوہو میں کہاں سے کہاں آ گیا۔ مطلب کی بات یوں ہے کہ اس مختصر تذکرہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے تحصیلِ علم کے زمانہ میں یا مختلف کتابوں کے مطالعہ

کرتے وقت جس عالم کے حالات پڑھے ہیں، اس کا کچھ نہ کچھ حال اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا ہے اسی وجہ سے تذکرہ کی ترتیب میں کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا اور یہ سب کچھ شاید اسی خیال سے ہو کہ کبھی سب کے حالات سمیٹ کر ایک ضخیم تذکرہ لکھتے کیونکہ ان لفظوں میں لکھے ہوئے تذکرہ میں ہی جامعیت مطلب و حالات سوانح پر عبور معلوم ہوتا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ میں ایسی جرأت کیوں کر رہا ہوں کہ بے سروپا رسالہ چھپوانے بیٹھ گیا ہوں تو اوّل تو مولانا کا ایک ایک حرف خواہ ابتدائی ہو یا انتہائی ضائع کرنے کے قابل نہیں۔ دوسرے اُردو میں آج کل ہندوستان بھر میں جس قدر کتابیں چھپتی ہیں کام کی کتابیں، شاید انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں۔ پھر ان میں اردو دان حضرات کے لیے مذہبی دلچسپی تو اللہ ہی اللہ ہے۔

یہ رسالہ بھی اگرچہ قابلِ دلچسپی نہیں، نہ ہوسکتا ہے کیوں کہ ہمارا معیارِ دلچسپی ہی بدل گیا ہے مگر پھر بھی ذکرِ عیش بہ از عیش سمجھ کر ہی ہمارے مسلمان نوجوان دیکھیں کہ مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے کیسی کیسی جاں فشانیاں اور عرق ریزیاں کی ہیں اور پھر کن مدارج و مراتب پر فائز ہوئے ہیں۔ خدا کرے کہ پھر ایک دفعہ مذہبی علوم کی ہوا چلے اور گھر گھر علم کے دریا بہتے دکھائی دیں اور آج جس طرح ہما شما کی سوانح عمریاں دھڑا دھڑ لکھی جاتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح علما کی قابلِ تقلید زندگیاں بھی کاغذ کے جامہ میں علم و اخلاق کا سبق دیں۔

دعا کا محتاج

طاہر نبیرہ حضرت آزاد مرحوم

ضمیمہ: دوم

تذکرۂ علما کی اشاعتِ اول
کے پہلے اور آخری صفحات کا عکس

227
158

مملوکہ معتمد خواجہ محمد خان

227
№ ~~0218~~

تذکرۂ علماء

خواجہ محمد خان اسد
رئیس خورجہ

نمبر № ~~0218~~
227

آزاد

خواجہ
27

تذکرۂ علما

یعنی

ہندوستان کے چالیس مشاہیر علما کا تذکرہ

از

جناب شمس العلماء مولینا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم

حسب فرمائش

آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرت آزاد

باہتمام الٰہی بخش نے کریمی پریس میں طبع کرایا

قیمت ۵ر

۶۲

تبرکاتِ آزاد

دربارِ اکبری .. .. صہ ر
آبحیات .. .. سے ر
نگارستانِ فارس مجلد مطلا للعہ معمولی سے
سخندانِ فارس .. .. عاہ ۸ر
دیوانِ ذوق سے ر معمولی کاغذ عاہ
دیوانِ غالب .. .. عہ ۸ر
سیرِ ایران عاہ معمولی .. عہ ۸ر
مجموعہ مکتوباتِ آزاد عہ ۸ر
ڈرامہ اکبر .. .. عہ ۸ر
نیرنگِ خیال حصہ اول .. ۱۲ر

نیرنگِ خیال حصہ دوم .. ۱۲ر
جانورستان ۱۰ر
قندِ پارسی ۱۰ر
آموزگارِ پارسی ۱۲ر
نظمِ آزاد ۸ر
نصیحت کا کرن پھول .. ۸ر
تذکرۂ علماء ۵ر
نعتِ آزاد .. .. زیرِ طبع
پرپرواز ۸ر
گیتانجلی .. مجلد و مطلا عاہ

ملنے کا پتہ:۔ آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرتِ آزاد۔ اکبری منڈی لاہور

الفتح پبلی کیشنز کی دیگر مطبوعات

تذکرۂ معاصرین مالک رام Rs. 1500.

اس کتاب میں ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۷ء کے عرصے میں وفات پانے والی ۲۱۹ شخصیات کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ موجودہ ایڈیشن میں چاروں جلدوں کو ترتیبِ نو کے ساتھ ایک جلد میں پیش کیا گیا ہے۔

عبارت کیسے لکھیں رشید حسن خاں Rs. 220.

اس کتاب کا مقصد طالب علموں کو اِملا کے بارے میں ضروری معلومات یک جا فراہم کرنا ہے تاکہ طالب علموں کی تحریر اُن خرابیوں سے محفوظ رہ سکے گی جن سے عبارت میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

انشا اور تلفظ رشید حسن خاں Rs. 120.

اس مختصر سی کتاب میں انشا اور تلفظ سے متعلق ضروری باتوں کو اِختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اُن تمام الفاظ کا اشاریہ شامل کیا گیا ہے جن سے متعلق کتاب میں بحث کی گئی ہے۔

گوہرِ یکتا ڈاکٹر عارف نوشاہی Rs. 400.

اس کتاب میں احمد یار خان یکتا خوشابی کے احوال و آثار، اور اُن سے منسوب دیوان کی اصلیت سے متعلق مقالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔ اُن کی نظم و نثر کا انتخاب بھی کتاب کا حصہ ہے۔

سلسلۂ نوشاہیہ کی ادبی تاریخ ڈاکٹر محمد اصغر یزدانی Rs. 600.

یہ برِصغیر میں تصوّف کے ایک اہم سلسلہ (قادریہ) نوشاہیہ کے ادیبوں، شاعروں اور مصنفوں کے حالات اور تصانیف و آثار کے تعارف و تجزیہ پر مستقل بالذات تصنیف ہے۔

آسان عروض اور نکاتِ شاعری سرور عالم راز سرور Rs. 250.

اس کتاب میں اصطلاحاتِ شعر، عروض کی بنیادی باتیں، تقطیع اور اس کے اصول، بحریں، صوتی قافیے، وغیرہ کے حوالے سے اہم قواعد اور نکات کو نہایت سادہ طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

جدید ادبی تناظر رشید امجد Rs. 300.

اس کتاب میں غالب، ن.م. راشد، میرا جی، وزیر آغا، پریم چند لاہوری، ایوب مرزا، منشا یاد سمیت دیگر شخصیات سے متعلق ڈاکٹر رشید امجد کے تحقیقی مقالات شامل کیے گئے ہیں۔

صحرا کہیں جسے رشید امجد Rs. 180.

رشید امجد صاحب نے تصوف کے قدیم تصور کو جدید سائنسی انکشافات کے ساتھ ہم آہنگ کر کے جدید مابعد الطبیعیاتی فلسفے کی بنیاد رکھی ہے جس نے جدید اُردو افسانے کو فلسفیانہ درجہ عطا کیا ہے۔

تذکرۂ علما
محمد حسین آزاد، تدوین: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
Rs. 200.

اس تذکرے کے فاضل مرتب نے اس کی ترتیب میں کمالِ تحقیق سے جہاں یہ کھوج لگایا ہے کہ آزاد کے اس تذکرے کا اصل اور اہم ماخذ کیا ہے؟ اور آزاد نے اس سے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ اور اس کے دیگر مآخذ کون سے ہیں؟

سیرِ دریا
ڈاکٹر شفیق انجم
Rs. 160.

''سیرِ دریا'' سری لنکا کی آج سے سو سال پہلے کی ایک ایسی بھرپور، مکمل اور دیدہ زیب تصویر پیش کرتا ہے جو آج بھی دامنِ دل کھینچتی ہے اور اسے پڑھ کر زندگی میں ایک بار ضرور سری لنکا کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔ اس میں سری لنکا کی تہذیب و ثقافت کی عکاسی بھرپور طریقے سے ملتی ہے۔

گلزارِ فقر
ڈاکٹر شفیق انجم
Rs. 200.

مثنوی ''گلزارِ فقر'' (۱۱۳۹ھ) پنجاب میں اُردو کا ایک اہم حوالہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس اعتبار سے منفرد محقق ہیں کہ انھوں نے پہلی مرتبہ اس مثنوی کا محنت، لگن اور تحقیقی بصیرت سے مطالعہ کیا ہے اور ایک سے زیادہ قلمی نسخوں کی مدد سے تصحیح متن کا حق ادا کیا ہے۔

لکھت لکھتی رہی
ڈاکٹر شفیق انجم
Rs. 130.

شفیق انجم افسانہ نگاروں کی نئی نسل میں ایک نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ ان کے افسانوں کی نمایاں خصوصیت افسانے کے فنّی لوازمات کی طرف ان کا دھیان ہے، جن کا وہ اپنے افسانے میں خاص طور پر اہتمام کرتے ہیں۔

فلسفۂ خیر
بوتھیئس، مترجم: پروفیسر محمد بشیر
Rs. 170.

یہ اخلاقی فلسفہ کی کتاب ہے۔ یہ انسانوں کو خیرِ اعلیٰ کی دریافت اور اُس سے لطف اندوز ہونے کی طرف لے جاتی ہے۔ یہ کتاب فلسفے کی تاریخ میں اہم نصاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

تصوف و منطق
برٹرینڈ رسل، مترجم: پروفیسر محمد بشیر
Rs. 350.

نامور برطانوی فلسفی برٹرینڈ رسل کے مضامین میں ایک ایسا تہذیبی رویّہ ملتا ہے جس کے نمایاں پہلو گہری انسانی محبت، عمیق فکری دیانت، منصفانہ غیر جانبداری اور باوقار سکون ہیں۔

تسخیرِ مسرّت
برٹرینڈ رسل، مترجم: پروفیسر محمد بشیر
Rs. 220.

یہ کتاب نہ عالموں کے لیے ہے نہ اُن کے لیے جو عملی مسائل پر محض باتیں بناتے ہیں۔ کتاب میں کسی عمیق فلسفہ یا گہرے علم کا اظہار نہیں کیا گیا۔

آسان عربی گرامر اُمِّ انس Rs. 200.

اِس کتاب میں عربی گرامر کے زیادہ سے زیادہ قواعد کا اختصار کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے، تا کہ طلبہ کو ایک مضبوط بنیاد میسر آ سکے۔ زیادہ تر مثالیں قرآن ہی سے لی گئی ہیں جس سے کتاب پڑھنے والے کا تعلق قرآن حکیم کے ساتھ مضبوط ہو سکتا ہے۔

خواتین کے لیے رہنمائے حج وعمرہ حافظ زیتون حمید Rs. 300.

اِس کتاب میں حج وعمرہ کا طریقہ، احکام ومسائل کی تفصیل، مختلف مواقع کی دعائیں مع ترجمہ اور حج و عمرہ سے متعلق خواتین کے مسائلِ ضروریہ کو انتہائی عام فہم اور آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

آگاہی سیّد امیر کلالؒ مولانا شہاب الدینؒ، مترجم: محمد نذیر رانجھا Rs. 200.

اس کتاب میں حضرت خواجہ سیّد امیر کلالؒ کے احوال ومناقب، اُن کے صاحبزادگان وخلفاء کا تذکرہ، حضرت خاتون کلاںؒ کے مناقب قلمبند کیے گئے ہیں۔ کتاب اپنے موضوع کا بنیادی مآخذ ہے۔

مقاماتِ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہٗ محمد نذیر رانجھا Rs. 600.

اس کتاب میں حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ کے تمام پہلو ذکر کیے گئے ہیں۔ آپؒ کی اولاد امجاد اور خلفائے عظام کے احوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔ آپؒ کے محاسن، ملفوظات اور معمولاتِ مبارکہ بھی کتاب میں شامل ہیں، اور ساتھ ہی آپؒ کی کرامات بھی بیان کی گئی ہیں۔

دُرّ المعارف (ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ) محمد نذیر رانجھا Rs. 500.

یہ کتاب حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اس میں ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ / ۱۱ فروری ۱۸۱۶ء سے مسلسل یکم شوال ۱۲۳۱ھ / ۲۵ اگست ۱۸۱۶ء تک کے ملفوظات جمع ہیں۔

وسیلۃ القبول الی اللہ والرسولﷺ (مکتوبات حضرت نقشبند ثانیؒ) محمد نذیر رانجھا Rs. 600.

یہ حضرت محمد نقشبند ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف کا مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ حضرت خواجہ محمد زبیرؒ کے ارشاد پر حضرت مولانا عماد الدینؒ نے ان کو جمع کر کے ''وسیلۃ القبول الی اللہ والرسولﷺ'' کے تاریخی نام سے موسوم فرمایا۔

اُردو ناول اور پاکستان پروفیسر صبا جاوید Rs. 400.

اس کتاب میں اُردو کے مختلف ناولوں میں اُن اجزاوعناصر کا جائزہ لیا گیا ہے جو پاکستانی تہذیب و تمدّن کے خدوخال کی صورت گری میں معاون رہے ہیں۔ مصنفہ نے بڑی تفصیل اور جامع انداز میں پاکستانی اُردو ناول میں مختلف معاشرتی وتہذیبی عناصر کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

تذکرۂ علما

تذکرۂ علما مولانا محمد حسین آزاد کی ایک ناتمام تالیف ہے جو اُن کی زندگی میں تکمیل اور اشاعت سے محروم رہی۔ اس تذکرے کے فاضل مرتب ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے اس کی ترتیب میں کمالِ تحقیق و جستجو سے جہاں یہ کھوج لگایا ہے کہ آزاد کے اس تذکرے کا اصل اور اہم ماخذ کیا ہے؟ اور آزاد نے اس سے کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ اور اس کے دیگر مآخذ کون سے ہیں؟ انھوں نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک خاصا معلوماتی اور مفید مقدمہ لکھ کر اِس تصنیف کی نوعیت، کیفیت اور اِس کے مطالب کے بارے میں ساری ضروری و اہم معروضی تفصیلات بھی فراہم کر دی ہیں۔ ان خصوصیات اور اوصاف سے بڑھ کر ڈاکٹر ناشاد کی محنت اور جستجو کے اعتراف کے لیے ان کے تحریر کردہ وہ تعلیقات بھی کافی ہیں جو انھوں نے متن میں شامل ہر شخص پر لکھے ہیں اور ان میں نہ صرف دیگر مآخذ اور معاون کتب سے مزید ضروری معلومات یکجا کی ہیں بلکہ ہر ایک کے احوال و آثار کے بارے میں مزید یا متعلقہ مآخذ کی نشان دہی بھی کی ہے۔

ادارے کی دیگر مطبوعات

- اطرافِ تحقیق — ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد
- تذکرۂ معاصرین — مالک رام
- عبارت کیسے لکھیں — رشید حسن خاں
- انشا اور تلفظ — رشید حسن خاں
- گلزارِ فقر — دیوان غلام محی الدین — تدوین: ڈاکٹر شفیق انجم
- آسان عروض اور نکاتِ شاعری — سرور عالم راز سرور

US $ 18.
Rs. 200.

Al-Fath Publications
Rawalpindi, Pakistan
alfathpublications@gmail.com + 92 322 517 741 3
9789699400223

www.vprint.com.pk
vprint.vp@gmail.com 051-5814796